ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

43

مسلسل اشاعت کا 33واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

3تا9 جمادی الاولیٰ 1446ھ/ 5تا11 نومبر 2024ء

سدِّ سکندری

اگر آپ اہل یورپ وامریکہ سے کہیں، اے علم وادب اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ دارو!

اے شاعرو اور ادیبو! اے یورپ کے اہل قلم! بڑے ڈرنے کا مقام ہے کہ دنیا ہلاکت و بربادی کی طرف جارہی ہے، دنیا میں ظلم وستم عام ہو رہا ہے، سود کا جال پھیلتا جا رہا ہے، دنیا محض تجارت کی ایک منڈی بن گئی ہے، جس میں صرف خریدار و گاہک کا وجود ہے، تو اس کی ہزار درجہ میں بھی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ ہوگی، کیونکہ وہ آسمانی ہدایت سے ناتا توڑ چکے ہیں۔ اب صرف ایک اُمت مسلمہ رہ گئی ہے، جس کے نزدیک خالق ومخلوق اور اُن کے باہمی ربط کے معنی باقی ہیں اور جس کا عقیدہ ہے کہ آدمی کی ساری زندگی یعنی عقائد واعمال، باہمی تعلقات واخلاقیات اور اقتصادیات وسیاست آسمانی ہدایت کے تابع ہے۔ علامہ اقبال نے ابلیس کے حوالہ سے ایک بہت بڑی عالمی حقیقت کا اظہار کیا ہے ؎

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

احتساب کائنات کا فریضہ اس اُمت کے ذمہ کیا گیا ہے، دنیا کس طرف جارہی ہے، کیا رجحانات کام کر رہے ہیں؟ اس کی فکر اُسی اُمت کو ہونی چاہیے۔ یہ دین اُن اصولوں اور تعلیمات پر مبنی ہے، اور اس شریعت پر مشتمل ہے، جو ابلیسی نظام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ، اور ''سدِّ سکندری'' ہے۔

کاروانِ زندگی
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 395 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 43800 سے زائد، جن میں بچے: 17700،
عورتیں: 13500 (تقریباً)۔ زخمی: 99400 سے زائد

اس شمارے میں

یومِ اقبال!

توحید عملی و نظری

مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی وارثین انبیاء کو نصیحتیں

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام رفقائے تنظیم اسلامی کے نام

مشرق وسطیٰ میں پھیلتی جنگ کے اثرات

..........ضوفشانی چھوڑ جاؤں گا

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1108

اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا

سُورۃُ القَصَص — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت:76

اِنَّ قَارُوۡنَ کَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰی فَبَغٰی عَلَیۡہِمۡ ۪ وَ اٰتَیۡنٰہُ مِنَ الۡکُنُوۡزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ
لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَۃِ اُولِی الۡقُوَّۃِ ٭ اِذۡ قَالَ لَہٗ قَوۡمُہٗ لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡفَرِحِیۡنَ ﴿۷۶﴾

آیت:۷۶ ﴿اِنَّ قَارُوۡنَ کَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰی فَبَغٰی عَلَیۡہِمۡ ۪﴾ ’’یقیناً قارون موسیٰ ؑ کی قوم ہی سے تھا۔لیکن اُس نے ان کے خلاف سرکشی کی‘‘

یہاں قارون نامی شخص کے حوالے سے جس کردار اور رویے کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض ایک فرد کا نام نہیں بلکہ یہ کردار ایک پورے طبقے کی نمائندگی کرتا ہے۔ایک ایسا طبقہ جو کسی محکوم قوم کے اندر حکمرانوں کے ہاتھوں جنم لیتا ہے اور ان کے سائے میں نشوونما پاتا ہے۔

غاصب حکمران ہمیشہ خوف اور لالچ کے ذریعے عوام کے اندر سے اپنے حمایتی پیدا کرتے ہیں۔ایسے ماحول میں محکوم قوم کے گھٹیا اور بے غیرت قسم کے لوگ اپنی قوم سے غداری کر کے اپنے آقاؤں سے مراعات حاصل کرتے ہیں۔برصغیر میں انگریزوں نے بھی اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے مقامی لوگوں میں سے ایک ایسا ہی طبقہ پیدا کیا تھا۔ان لوگوں کو جاگیریں دی گئیں'بڑے بڑے ٹھیکے الاٹ کیے گئے'خطابات سے نوازا گیا'اعلیٰ مناصب پر بٹھایا گیا اور یوں ان کی غیرتوں اور وفاداریوں کو خرید کر ان کو خود ان ہی کی قوم کے خلاف استعمال کیا گیا۔اسی طرح فرعون کی عملداری میں بنی اسرائیل کے اندر بھی ایک ایسا ضمیر فروش طبقہ پیدا ہو چکا تھا اور قارون اسی طبقے کا ایک ’’معزز فرد‘‘ تھا۔یہ شخص نہ صرف بنی اسرائیل میں سے تھا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حقیقی چچازاد تھا۔فرعون کے دربار میں اس کو خاص امتیازی مقام حاصل تھا۔اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھا کر اُس نے اس قدر دولت اکٹھی کر رکھی تھی کہ اس اعتبار سے اس کا نام ضرب المثل کا درجہ رکھتا تھا۔

اس نے اپنی قوم سے غداری کی اور فرعون کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی ہی قوم کے خلاف ظلم وزیادتی پر مبنی سرگرمیوں میں مصروف رہا۔

﴿وَ اٰتَیۡنٰہُ مِنَ الۡکُنُوۡزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَۃِ اُولِی الۡقُوَّۃِ ٭﴾ ’’اور اُس کو ہم نے اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقتور جماعت مشکل سے اُٹھا سکتی تھی۔‘‘

قارون کے پاس بے انتہا دولت تھی جسے طاقتور مردوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔

﴿اِذۡ قَالَ لَہٗ قَوۡمُہٗ لَا تَفۡرَحۡ﴾ ’’جب اُس سے کہا اُس کی قوم کے لوگوں نے کہ اتراؤ مت‘‘

کچھ بھلے لوگوں نے قارون کو نصیحت کی کہ تم اپنی دولت پر اترایا نہ کرو۔ان آیات میں دولت مند لوگوں کے لیے پانچ انتہائی مفید نصیحتیں بیان کی گئی ہیں۔جن لوگوں کے پاس بہت سی دولت جمع ہو گئی ہو انہیں ان نصیحتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ان میں سے پہلی نصیحت تو یہی ہے کہ اپنی دولت پر اتراؤ نہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡفَرِحِیۡنَ ﴿۷۶﴾﴾ ’’یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

درس حدیث

دنیا کے لیے علم حاصل کرنے والوں کا انجام

عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ تَعَلَّمَ الۡعِلۡمَ لِغَیۡرِ اللّٰہِ وَاَرَادَ بِہٖ غَیۡرَ اللّٰہِ فَلۡیَتَبَوَّاۡ مَقۡعَدَہٗ مِنَ النَّارِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھا یا وہ اس علم کے ذریعے اللہ کی رضا کے بجائے کچھ اور حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسا شخص جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔‘‘

تشریح: اللہ تعالیٰ نے دین کا علم انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اور آخر میں سیدنا حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اور اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کے ذریعہ اس لیے نازل فرمایا کہ اس کی روشنی اور رہنمائی میں اس کے بندے اللہ کی رضا کے راستہ پر چلتے ہوئے اس کے دار رحمت جنت تک پہنچ جائیں……اب جو بدنصیب آدمی اس مقدس علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کی بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دنیوی دولت کمانے کا وسیلہ بناتا ہے اور اسی کے واسطے اس کی تحصیل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اس مقدس علم پر بڑا ظلم کرتا ہے، اور یہ شدید ترین معصیت ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اطلاع دی ہے کہ اس کی سزا جنت سے محرومی اور جہنم کا عذاب الیم ہے۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیمِ اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 جمادی الاولیٰ 1446ھ جلد 33
5 تا 11 نومبر 2024ء شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: خورشید انجم

مجلسِ ادارت: ◉ رضاء الحق ◉ فرید اللہ مروت ◉ وسیم احمد باجوہ ◉ محمد رفیق چودھری

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیمِ اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
خورشید انجم

یومِ اقبال!

یوم اقبال گزشتہ کم از کم تین دہائیوں سے جس طرح سے منایا جا رہا ہے اُسے دیکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ اب یہ محض ایک رسم ہی رہ گئی ہے اور اس کا علامہ اقبال کے نظریات، افکار اور وجود کو چیر دینے والی نگاہِ تیز سے دور دور تک کا بھی کوئی تعلق نہیں تو ہرگز غلط نہ ہوگا۔ کیا یہ کسی المیہ سے کم ہے کہ آج کی نوجوان نسل کو علامہ اقبال کے حوالے سے اس بات سے زیادہ علم ہی نہیں دیا گیا کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے پاکستان کا خواب دیکھا تھا۔ یہ خواب یا خیال اُنہیں کیوں آیا یا کن حالات میں آیا، ان سوالات کے جواب جاننا اس نسل کے لیے غیر ضروری قرار پا چکا ہے کیونکہ مطالعہ پاکستان کی تعلیم ایک حد تک اب متروک ہو چکی ہے جو اس سے قبل کسی درجہ میں طلبہ میں پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے حوالے سے معلومات فراہم کرنے کا ایک بڑا ذریعہ تھی۔ آج کل کئی فورمز پر یہ بات بھی کی جاتی ہے کہ ہم جس پاکستان میں رہ رہے ہیں اس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کے لیے صرف الگ وطن کا تصور پیش نہیں کیا بلکہ اس عظیم قائد کی بھی نشاندہی کر دی جو اس مقصد کے حصول کے لیے جملہ صلاحیتوں اور خوبیوں سے مالا مال تھا۔ آج کی نئی نسل کو یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا ہم پر احسان صرف پاکستان کا تصور و خیال پیش کرنا ہی نہیں تھا بلکہ اُن کی علمی قابلیت اور اُمت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے ان کی دروں بینی دنیا بھر میں مسلمہ تھی۔ اسی وجہ سے اُنہیں آل انڈیا مسلم لیگ کا سربراہ منتخب کیا گیا تھا۔ اُس وقت برصغیر میں مہاسبھائی ذہنیت کے سبب مسلمانوں کی ترقی کا کوئی راستہ موجود نہ تھا اور وہ بے چارگی و مجبوری کے عالم میں ہندوؤں اور انگریزوں کی کاسہ لیسی پر مجبور تھے۔ انگریزوں کے تصورِ جمہوریت کے تحت ہندو اکثریت کی موجودگی میں مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محکوم و مقہور بننے پر مجبور تھے۔ بقول اقبال اس تصورِ حکومت میں ؏ ''بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے''۔ یہ تصور اُس خطہ میں تو کسی درجہ میں مفید ثابت ہوسکتا ہے جہاں ایک ہی عقیدہ و قوم اور ثقافت کے لوگ آباد ہوں مگر ایسا خطہ جہاں مختلف اقوام آباد ہوں، یہ تصور اکثریت کو اقلیت پر حکمرانی کا کھلا موقع دیتا ہے۔ مسلمان قوم ایک طرف فرنگی حکمرانوں کی کھلی دشمن تھی کہ انہوں نے ان سے اقتدار چھینا تھا، دوسری طرف ہندو اکثریت سے خوفزدہ بھی تھی۔ مسلمان چونکہ فرنگی حکمرانوں کو نکالنا چاہتے تھے اس لیے ہندو اکثریتی قوم سے مل کر جدوجہد کے خواہاں تھے۔ ان حالات میں علامہ اقبال نے بیداریٔ ملت کا کام شروع کیا۔ بے شک اقبال بھی ان اکابرین میں سے تھے جو پہلے متحدہ جدوجہد کے قائل تھے اور ان کا یہ ترانہ زبان زدِ خاص و عام تھا ؏ ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا''۔ پھر حالات و واقعات نے جلد ہی اُن پر ہندو ذہنیت واضح کر دی اور وہ ہندو مسلم اتحاد کو ناممکن قرار دینے لگے۔ کانگریس کے متحدہ قومیت کے مقابل مسلم قومیت کا تصور پیش کر کے ایک الگ مملکت کے داعی بن گئے۔

علامہ اقبال نے مسلمانوں کے جداگانہ قوم ہونے کا تصور عام کیا اور کہا ؏ ''خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ''۔ علامہ کا کہنا تھا کہ ہم محض مذہب کی بنیاد پر الگ قوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ ہمارا موقف ہے کہ اسلام ایک جاندار اور آفاقی دین ہے اور دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت اور اسلام پر یقین نہ رکھنے والوں سے الگ قوم ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے ہاں جو چیز حلال خوراک ہے، وہ ہندوؤں کے ہاں مقدس اور ناقابل تقسیم گاؤ ماتا ہے۔ دونوں اقوام کے تہذیب و تمدن الگ الگ ہیں۔ اس پیغام کو عام کرنے کے لیے انہوں نے صرف شاعری کا سہارا ہی نہیں لیا بلکہ ہندوستان کے طول و عرض میں گئے اور خطبات دیئے۔ خط لکھے اور مسلم لیگ کی تنظیمِ نو میں بھرپور کردار ادا کیا۔ دسمبر 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا تاریخی سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں ہوا جس

میں خطبۂ صدارت دیتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا: ''برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی مسائل کا واحد حل یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ مملکت قائم کر دی جائے کیونکہ دونوں اقوام کا یک جا رہنا ناممکن ہے اور نہ ہی یک جا ہو کر آگے بڑھ سکتے ہیں۔ الٰہ آباد میں گنگا و جمنا کا پانی جس طرح الگ الگ نظر آتا ہے، اس طرح یہ دونوں اقوام اکٹھی رہنے کے باوجود الگ الگ ہیں۔ ہندوستان کے مسئلے کا حل علیحدہ قومیت کے وجود میں ناگزیر ہے۔ ہندوستانی معاشرہ کی اکائیاں یورپی ممالک کی طرح علاقائی نہیں۔ یہ خطہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی مختلف نسلوں پر مشتمل انسانی گروہوں کا ہے۔ الگ الگ قومیتی گروہوں کو تسلیم کیے بغیر پورے جمہوری اصول کا اطلاق ہندوستان پر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مسلمانوں کا یہ مطالبہ جائز ہے کہ ہندوستان کے اندر مسلم انڈیا کا قیام عمل میں لایا جائے''۔ مزید فرمایا: ''میں پنجاب، سرحدی صوبہ، سندھ، بلوچستان کو ضم کر کے ایک الگ مملکت کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ مذکورہ ریاست مسلمانوں کی آخری منزل ہے''۔ اسے تقدیرِ مبرم قرار دیتے ہوئے گویا اُنہوں نے بڑی وضاحت سے ہندوستان کے حالات، مسلمانوں کی مشکلات اور ان کے مستقبل کے تناظر میں مسلمانانِ ہند کی نشانِ منزل کا تعین کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کا تصور پیش کیا۔ ملت نے علامہ اقبال کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر قائداعظم کی قیادت میں اس تصور کو عملی جامہ پہنایا اور اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی مملکتِ اسلامی پاکستان قائم ہوئی۔ علامہ اقبال نے چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کے دور میں آنکھ کھولی، مسلم امہ کی پستی کو دیکھا مگر مایوس کن حالات کے باوجود ''اپنی کشت ویراں سے'' مایوس نہیں ہوئے۔ اُن کی جاگتی آنکھیں اُمت کی نشاۃ ثانیہ کا خواب دیکھتی تھیں۔ علامہ اقبال نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا درحقیقت وہ جدید دور کی ایک اسلامی ریاست تھی جس کے لیے رول ماڈل مدینہ کی اسلامی ریاست قرار پائی۔ وہ چاہتے تھے کہ اس ریاست میں شریعتِ اسلامی کی بالادستی قائم ہو جائے۔

پاکستان کے قیام کے بعد بہت سی پارٹیوں نے اپنے منشور کی پہلی شقوں میں اسلامی شریعت و قانون کی بالادستی کو شامل کر دیا مگر بعد میں وہ اپنے منشور سے پھر گئے اور شریعت کے نفاذ کے لیے پیش رفت پسِ پشت چلی گئی۔ اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل بھی قائم کی گئی جس نے سفارشات تو مرتب کیں لیکن اسمبلی کے سرد خانوں کی نظر ہو گئیں۔ آج ہر پاکستانی شاید اس بات پر تو نازاں ہے کہ پاکستان کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا اور قائداعظم نے اس کی تعبیر کی مگر وہ اس بات پر پریشان بھی ہے کہ یہ وہ پاکستان تو نہیں ہے جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔ پھر یہ کہ ملک کا سیکولر و لبرل طبقہ تو آج نظر آنے والی خرابیوں کی ذمہ داری اقبال اور قائد پر ہی ڈال دیتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بحیثیت قوم ہم علامہ اقبال کے نظریات کو پسِ پشت ڈال کر ایک ایسی ڈگر پر گامزن ہو گئے ہیں کہ جو ہر آنے والے دن ہمیں منزل سے دور لے جا رہی ہے۔ اقبال نے تو کہا تھا: ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''، لیکن ہم نے دین اور سیاست کو جدا جدا کر کے مغرب کی منشاء کے عین مطابق مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے کے لیے حرام قرار دے دیا۔ اقبال نے تو کہا تھا ع ''ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے''، مگر چند ایک کو چھوڑ کر دنیا بھر کے مسلمان حکمران اس وقت حرم کے سوا ہر چیز کی ہی پاسبانی کے لیے ایک پیج پر نظر آتے ہیں۔

قبلۂ اوّل آج یہودیوں کے قبضہ میں جا چکا ہے، مسجد اقصیٰ کو گرانے کے لیے اُس کے نیچے سرنگیں تو کئی سال پہلے ہی کھودی جا چکی تھیں۔ مکار اور درندہ صفت صہیونی غزہ پر مسلسل ظلم ڈھا رہے ہیں۔ نیتن یاہو اقوامِ متحدہ میں کھڑا ہو کر تجارتی گزرگاہ کے نام پر گریٹر اسرائیل کا نقشہ پیش کرتا ہے جس میں خاکم بدہن سرزمینِ عرب کے دل کو بھی شامل کیا ہوا ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان کے حکمرانوں کی تو اس بات کی فکر ہی جان نہیں چھوڑ رہی کہ بجٹ کا خسارہ پورا کرنے کے لیے عوام پر نئے ٹیکس کس طرح سے لگائے جائیں اور آئی ایم ایف سے نئے سودی قرضے کیسے حاصل کیے جائیں۔ اقبال نے تو کہا تھا کہ اسلام، ریاست اور فرد دونوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مگر ہمارے حکمرانوں نے تو اجتماعی مسائل پر بات کرنے یا سوچنے کی عوامی صلاحیت ہی سلب کر لی ہے۔ جیسے ہی اسلامی ریاست کے قیام یا اقامتِ دین کی بات کی جاتی ہے، ریاست کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور تمام تر مشینری اُس کے خلاف استعمال ہونے کے لیے اکٹھی ہو جاتی ہے۔

یورپ میں مذہب ایک فرد کا ذاتی معاملہ رہ گیا ہے۔ وہاں فرد روح اور مادہ میں تقسیم ہے، ریاست اور کلیسا الگ ہیں، خدا اور کائنات میں کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اسلام ایک وحدت ہے جس میں ایسی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اسلام چند عقائد، عبادات اور رسومات کا ہی مجموعہ نہیں بلکہ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اقبال نے تو اپنے خطبۂ الٰہ آباد میں کہا تھا کہ مسلمان ایک قوم ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان اپنے تہذیب و تمدن، ثقافت اور دین کی وجہ سے یہاں کی دوسری قوموں سے مختلف ہیں۔ ان کی تعداد براعظم میں سات کروڑ ہے اور ہندوستان کے دوسرے باشندوں کی نسبت ان میں زیادہ ہم آہنگی اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہی جدید ترین معنی میں قوم کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ آج ہم سندھی، پنجابی، پشتون، بلوچ، سرائیکی، ہزارہ اور مہاجر بن کر رہ گئے ہیں۔ تحریکِ پاکستان کے دوران تو متحدہ ہند میں انگریز اور ہندو کے مقابلے میں صرف مسلمان قوم تھی۔ جب کہ مسلمان قوم تو آج ہمیں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل رہی، البتہ قومیتیں بے شمار ہیں۔ کیا اُس متحد مسلمان قوم کو اقبال نے مٹایا ہے یا کسی اور نے؟ اقبال نے تو ہندوستان ہی نہیں دنیا بھر میں متحدہ قومیت کی تردید کی تھی مگر آج مسلم حکمران مسجد، مندر اور گرجا کو ایک ہی جگہ متحد کرنے کی فکر کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ قرآن، تورات اور انجیل کو ایک جلد میں شائع کرنے کی خواہش کا بھی اظہار کر رہے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

قصہ کوتاہ 9 نومبر کو 'یومِ اقبال' تو منایا جائے گا لیکن اقبال کا اصل پیغام ہنوز شرمندۂ تعبیر ہے۔ ان حالات میں کہ دشمن سر پر آن پہنچا ہے، ضروری ہے کہ ملتِ اسلامیہ پاکستان کا ہر فرد اپنی اصل ذمہ داریوں کو محسوس کر کے ان کو ادا کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہو جائے۔ یہ اب ناگزیر ہو چکا ہے کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ایٹمی پاکستان کے سانچے میں ڈھالیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سیکولرازم اور لبرل ازم کے دھوکے سے باہر نکلیں اور اپنی ماضی کی کمزوریوں، کمیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کرتے ہوئے پاکستان کو صحیح معنوں میں فکرِ اقبال کے مطابق ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے تن من دھن لگا دیں۔

توحید عملی و نظری

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 25 اکتوبر 2024ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیاتِ قرآنی کے بعد!

آج ان شاءاللہ ہم سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت کا مطالعہ کریں گے اور اس کی روشنی میں کچھ اہم تقاضوں کی یاددہانی مقصود ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں ایک بہت اہم ایشو 26ویں آئینی ترمیم کے حوالے سے زیر بحث ہے اس پر بھی کلام ہوگا۔ خاص طور پر اس میں جو ایک اسلامی ٹچ دے کر قوم کو فریب دینے کی کوشش کی گئی ہے اس پر بات ہوگی۔ اسی طرح حماس کی طرف سے پوری دنیا سے اپیل کی گئی کہ 25 اکتوبر کو یوم مزاحمت کے طور پر منایا جائے، اس حوالے سے بھی کلام ہوگا۔ ان شاءاللہ

سب سے پہلے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 111 کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا بہت ہی جامع انداز میں بیان ہے جس میں توحید کا نظری اور فکری پہلو بھی ہے، توحید کے عملی تقاضے اور شرک کی نفی کے پہلو بھی ہمارے سامنے آتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ (بنی اسرائیل: 111) ’’اور کہہ دیجیے کہ کل حمد اور کل شکر اللہ ہی کے لیے ہے‘‘۔

یہاں اگرچہ مخاطبت اللہ کے رسول ﷺ سے ہے مگر تعلیم اُمت کے لیے ہے کہ ہم اللہ کی حمد بیان کریں، شکر بجا لائیں۔ یہ توحید کا فکری اور نظری پہلو بھی ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے، خالق اور مالک مانا جائے، اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے، اس کے احسانات پر شکر بجا لایا جائے۔ اللہ کی حمد بیان کرنا خود قرآن ہمیں سکھاتا ہے۔ ہم سورۃ الفاتحہ کی تلاوت ہر نماز کی ہر رکعت میں کرتے ہیں جس کا آغاز ہی حمد سے ہوتا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ’’کل شکر اور کل ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے۔‘‘

حمد کے حوالے سے ایک حدیث میں بیان ہے:

((التسبیح نصف المیزان والحمدللہ تملئہ))

’’تسبیح کہنا میزان کو آدھا بھر دیتا ہے اور الحمدللہ کہنا میزان کو پورا بھر دیتا ہے۔‘‘ مفسرین نے ایک مُراد یہ لی ہے کہ سبحان اللہ کہنے سے اللہ کی معرفت کا آدھا میزان بھر جاتا ہے اور الحمدللہ کہنے سے یہ میزان پورا بھر جاتا ہے۔ سبحان اللہ کہنا بھی ایک حمد ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب، ہر ضرورت، ہر حاجت، ہر زوال سے پاک ہے۔ ہم محتاج ہیں کیونکہ ہمیں کھانے پینے کی ضرورت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، ہمیں نیند کی حاجت ہے مگر اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں ان پر اُس کا شکر ادا کرنا بھی اللہ کی تعریف میں شامل ہے۔ ایک بہت بڑی غلطی ہم یہ کرتے ہیں کہ اکثر و بیشتر ناشکری کر جاتے ہیں کہ میرے پاس فلاں چیز نہیں ہے، فلاں چیز کی کمی ہے، موٹر سائیکل ہے گاڑی نہیں ہے۔ گاڑی چھوٹی ہے بڑی نہیں ہے، فلیٹ ہے بنگلہ نہیں ہے، بنگلہ ہے فارم ہاؤس نہیں ہے۔ حالانکہ جس کے پاس مکان ہے وہ کرائے دار کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرے، جس کے پاس گاڑی

مرتب: ابوابراھیم

ہے وہ موٹر سائیکل والے کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرے اور جس کے پاس موٹر سائیکل ہے وہ پیدل چلنے والے کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرے۔ کیمبرج سسٹم کے ایک کالج میں میرا خطاب تھا۔ ایک طالب علم نے سوال پوچھا کہ آج کل طلبہ بہت زیادہ ذہنی دباؤ اور ٹینشن کا شکار ہیں، کیا کریں؟ میں نے طلبہ سے کہا: غزہ کے بچوں کی مشکلات اور مصائب ذہن میں لائیے اور پھر سوچئے کہ کیا ہماری کوئی ٹینشن ہے۔ پاکستان میں 5 فیصد ایسے لوگ ہیں جن کو دنیا کی ہر نعمت میسر ہے وہ ان 70 فیصد لوگوں کا طرز زندگی دیکھیں جن کا دو وقت کے کھانے کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے اور پھر بتائیں کہ ان کے مقابلے میں انہیں کوئی پریشانی ہے؟ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم (دنیوی مال ومتاع کے لحاظ سے) اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے کم حیثیت ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے برتر ہے۔ بلاشبہ یہ زیادہ مناسب ہے کہ اس سے تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناقدری نہیں کرو گے۔‘‘

جب بندہ نعمتوں میں اپنے سے کمتر لوگوں کو اور نیکیوں میں اپنے سے بالاتر لوگوں کو دیکھے گا تو پہلی نظر سے اللہ کی نعمتوں پر شکر کرے گا اور دوسری نظر سے اسے اپنی کوتاہیوں کا احساس ہوگا، پروردگار کے سامنے حیا کی وجہ سے انتہائی عجز اختیار کرے گا اور ندامت کے احساس سے گناہوں سے تائب ہو کر نیکیوں کے لحاظ سے اپنے سے بالاتر لوگوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے مختلف مواقع پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے ہمیں دعائیں بھی سکھائی ہیں۔ صحابہ کرام ؓ ان دعاؤں کا ہمیشہ اہتمام کرتے تھے۔ یہ دعائیں آج ہمیں اپنے بچوں کو بھی سکھانی چاہئیں اور ان کو اپنا معمول بھی بنانا چاہیے۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہے، ثنا بھی ہے، تعظیم اور تکبیر بھی ہے اور شکرگزاری کا پہلو بھی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ ’’جس نے نہیں بنائی کوئی اولاد‘‘۔

وہ اللہ کہ جس نے کسی کو اولاد کے طور پر اختیار نہیں کیا۔ یہی بات سورۃ الاخلاص میں ہم پڑھتے ہیں کہ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے، وہ واحد اور اکیلا رب العالمین ہے، اس کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بے نیاز ہے۔ اس آیت میں مشرکین مکہ کی بھی نفی ہے جنہوں نے معاذ اللہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا، نصاریٰ کی بھی نفی ہے جنہوں نے معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، یہود کی بھی نفی جنہوں نے معاذ اللہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا۔ اللہ کی اولاد قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی بھی تجویز کی جائے معاذ اللہ۔ یہ بہت بھونڈا عقیدہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر مشرکین پر غضب کا اظہار فرمایا ہے اور سختی سے اس کی نفی بھی کی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ﴾ (بنی اسرائیل:111)
’’اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک بادشاہی میں‘‘

سب سے بڑا شرک یہ ہے کہ اللہ کے اختیارات، اتھارٹی میں کسی کو شریک کر دیا جائے، جو خدائی اختیارات ہیں وہ مخلوق کے لیے معین کر دیے جائیں۔ یہاں واضح طور پر اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا ہے کہ اس کے اختیارات میں، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہی اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وہی رب ہے، وہی رزاق ہے اور وہی حاکم ہے۔ باطل نظام کی پیروی کرنے والے اس بات کو قبول نہیں کرتے اور بدقسمتی سے آج اُمت بھی اس بات کو بھول چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی حاکم ہے۔ اس کا دیا ہوا ایک قانون اور نظام ہے جسے قائم اور نافذ کرنا اس اُمت کی ذمہ داری ہے۔ بجائے اس کے باطل کی پیروی میں جمہوریت اور مادر پدر آزادی ہے جس میں اللہ کے احکامات کی دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں۔ مادر پدر آزادی کا مطلب ہے جو دل چاہے وہ کرو۔ جبکہ جب اللہ کو حاکم مانیں گے تو اس کے عملی تقاضے پورے کرنے پڑیں گے۔ قرآن میں تین مرتبہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا:

﴿اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ﴾ (یوسف:40) ’’اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی توحید کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کا حکم نافذ کیا جائے۔ اللہ کو خالق تو مشرکین بھی مانتے تھے۔ مشرکین بھی اللہ پر ایمان کا دعویٰ رکھتے تھے۔ آج اُمت کے ذہنوں سے بھی یہ بات نکل چکی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صرف کلمہ اور نماز کا ہی حکم نہیں دیا تھا بلکہ دین کو قائم کرنے کا بھی حکم دیا تھا۔ فرمایا: ﴿اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ﴾ (الشوریٰ:13) ’’کہ قائم کرو دین کو۔‘‘

زمین اللہ کی ہے اس پر حکم بھی اللہ کا چلنا چاہیے۔ اللہ نے بندوں کو خلافت دے کر بھیجا ہے، خدائی کے دعوے کرنے کے لیے نہیں بھیجا ہے کہ جو چاہے قانون بنا لے، جیسا چاہیں نظام قائم کر لیں۔ ابوجہل کا بھی یہی مسئلہ تھا، وہ سمجھتا تھا کہ اگر محمد ﷺ پر ایمان لے آؤں تو میری سرداری اور میرا اختیار ختم ہو جائے گا۔ وہ جاہل نہیں تھا بلکہ قریش کی پارلیمنٹ کا سربراہ تھا لیکن اللہ کے نظام کے مقابلے میں جب کھڑا ہوا تو ابوجہل قرار پایا۔ اسی طرح آج بڑی بڑی ڈگریوں والے اللہ کے دین کے مقابلے میں قوانین بناتے ہیں تو وہ بھی جاہل ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ﴾ (المائدہ:50)
’’تو کیا یہ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں؟‘‘

اللہ کا قانون چھوڑ کر اگر انسانوں کا بنایا ہوا قانون کسی معاشرے پر نافذ ہے تو وہ جہالت ہے۔ کوئی قوم اپنی پارلیمنٹ کو اللہ کے قانون کے تحت نہیں لاتی تو وہ جاہل ہے۔ آج ہارورڈ اور آکسفورڈ سے پڑھے ہوئے دنیا کے بیشتر حکمرانوں کا چہرہ غزہ کے آئینہ میں دکھائی دے رہا ہے کہ وہ جاہل ہیں۔ معصوم بچوں کو سنائپر نشانے لگا لگا کر شہید کر رہے ہیں، ڈاکٹرز کو بھی شہید کر رہے ہیں، ہسپتالوں پر بمباری ہو رہی ہے اور دنیا بھر کے حکمران اس ظلم کے پیچھے ہیں۔ یہ آج کے ابوجہل ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ (بنی اسرائیل:111)
’’اور نہ ہی اس کا کوئی دوست ہے کمزوری کی وجہ سے‘‘

لوگ دوست اس لیے بناتے ہیں کہ مشکل وقت میں کام آئے گا، اس لیے چارو ناچار کبھی اپنے دوستوں کی غلط باتیں بھی مان لینا پڑتی ہیں کہ کل ضرورت پڑے گی تو کام آجائے گا۔ یہ کمزوری اور مجبوری اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں ہے۔ قرآن میں فرمایا:

﴿لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ﴾ (الشوریٰ:49)
’’آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔‘‘

سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ محتاجوں کو اولاد کی بھی ضرورت ہوتی ہے، دوستوں، رشتہ داروں کی بھی ضرورت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو کسی دوست یا مددگار کی ضرور نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس کے پاک اور پرہیز گار بندوں کے ساتھ ہے مگر وہ کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں ہے۔ آخری بات یہ بیان ہوئی:

﴿وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِيۡرًا ۝١١١﴾ (بنی اسرائیل) ’’اُس کی تکبیر کرو جیسا کہ تکبیر کرنے کا حق ہے۔‘‘

یہاں محض زبان سے اللہ اکبر کہنے کا تقاضا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عظیم ہے۔ اگر ہم اللہ کی بڑائی نہ بھی بیان کریں تو اس کی بڑائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ مگر یہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی بڑائی بیان بھی کریں اور اللہ کی بڑائی مان کر اس کے احکام پر عمل پیرا بھی ہوں۔ اللہ کے احکامات کے نفاذ کے لیے جدوجہد بھی کریں۔ ہماری ذاتی زندگی میں، اجتماعی زندگی میں، گھر میں، خاندان میں، معاشرے میں، ریاست میں، حکومت، سیاست، معاشرت، معیشت، عدالت، پارلیمنٹ سمیت ہر ادارے اور ہر شعبہ زندگی میں اللہ کے احکام نافذ ہوں۔

شادی بیاہ کا موقع ہوتا ہے تو نفس کے تقاضے، برادری اور خاندان کے تقاضے، زمانے کا چلن اور ہندوانہ رسومات غالب آجاتی ہیں۔ اللہ بڑا ہے یا ہندوانہ رسومات اور زمانے کا چلن بڑا ہے؟ غم کا موقع ہو تو بدعات پر مشتمل رسوم غالب آجاتی ہیں کہ جی برادری ناراض ہو جائے گی۔ اللہ بڑا ہے یا برادری بڑی ہے؟ سودی معیشت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے خلاف جنگ قرار دیا مگر ہمارے معیشت دان کہتے ہیں کہ سود کے بغیر گزارا نہیں ہے، عالمی نظام ہے، آئی ایم ایف کی پالیسی ہے۔ اللہ بڑا ہے یا IMF بڑا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کیا اپنی بندگی کے لیے، آج نعرے لگتے ہیں: میرا جسم میری مرضی۔ اللہ بڑا ہے یا بندہ بڑا ہے؟ شیطان کا بھی تو یہی مسئلہ تھا۔ اللہ کا حکم نہیں مانا، اپنی من مانی کی۔

اللہ کی بڑائی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے احکامات پر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عمل درآمد ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے اس حوالے سے تین فتاویٰ موجود ہیں:

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝٤٤﴾ (المائدۃ) ’’اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔‘‘

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝٤٥﴾ (المائدۃ) ’’اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔‘‘

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝٤٧﴾ (المائدۃ) ’’اور جو لوگ فیصلے نہیں کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات وقوانین کے مطابق، وہی تو فاسق ہیں۔‘‘

قرآن صرف ثواب کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ اپنا نفاذ چاہتی ہے۔ یہ تقاضا آج ہم بھولے ہوئے ہیں۔ بقول حالی ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ تکبیر ہوئی، نماز پڑھی اور گھر چلے گئے۔ تسبیح تو تمام مخلوقات بھی کر رہی ہیں۔ شجر وحجر بھی کر رہے ہیں۔ اشرف المخلوقات سے تقاضے کچھ بڑھ کر ہیں۔ امتی کے تقاضے تو اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف نماز میں تکبیر نہیں کہی، اللہ کی تکبیر کے لیے اللہ کا نظام قائم کر کے بھی دکھایا ہے۔ اس کے لیے دعوت بھی دی ہے، ہجرت بھی کی ہے، تلوار بھی اُٹھائی ہے، اپنا خون بھی بہایا ہے، اپنے پیاروں کی جانوں کی قربانیاں بھی پیش کی ہیں۔ تب قرآن کہتا ہے:

﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَـقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ﴾ (بنی اسرائیل:81)
’’اور آپؐ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مشن کے لیے اپنے گھر بار اور زندگیاں وقف کر دیں۔ مگر آج ہمارا حال کیا ہے:

یا وُسعتِ افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات

آج لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا۔ تکبیر ہوگئی، اذان ہوگئی، نماز پڑھ لی، بس تقاضے پورے ہوگئے۔ حالانکہ اسلام اپنا مکمل نفاذ چاہتا ہے۔

26ویں آئینی ترمیم

سننے میں آیا ہے کہ 26ویں آئینی ترمیم میں کوئی بہت بڑے بلنڈرز ہوگئے ہیں جن کو درست کرنے کے لیے 27ویں ترمیم لانی پڑے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ سب کچھ اتنا جلد بازی میں کیا گیا ہے کہ بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں۔ آئینی طریقہ کار کے مطابق، ترمیم کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اگر یہ ترمیم کی گئی ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہوتا مگر مفادات اس قدر الجھ گئے ہیں کہ ممبران اسمبلی کہہ رہے ہیں کہ ہمارے بچوں کو اٹھایا گیا، خواتین کو اُٹھالیا گیا۔ اس میں اصل قصور بھی سیاستدانوں کا ہے۔ سیاسی مخالفت میں اندھے ہوکر جب اسٹیبلشمنٹ کا کندھا استعمال کیا جائے گا تو کل وہی کندھا تمہارے خلاف بھی استعمال ہوگا اور سیاست میں مداخلت کے دروازے تو خوب کھلیں گے۔ آج ہماری عدلیہ بھی دنیا میں رینکنگ میں سب سے آخری نمبروں میں ہے۔ جب ادارے بھی آئینی حدود کو پار کرتے ہوئے اختیارات سے تجاوز کریں گے تو ہر طرف تباہی ہی تباہی نظر آئے گی۔

یہ مملکتِ خداداد پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آئی تھی اور اس کا سرکاری نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کو باقاعدہ اسلامی ملک بنانے کے لیے بھی تو جدوجہد ہونی چاہیے۔ 26ویں آئینی ترمیم کے لیے ہماری سیاسی جماعتوں نے طویل بھاگ دوڑ کی اور جو کچھ جتن کیے وہ تماشا ساری قوم نے دیکھا۔ راتوں کو وفد جاتے ہوئے میڈیا نے دکھائے، ملاقاتیں ہورہی ہیں، اتنی محنت ہورہی ہے مگر اللہ کی بڑائی کے نفاذ کے لیے، اللہ کی شریعت کی بالادستی کے لیے کتنی محنتیں ہیں؟ اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے وہاں جید علماء نے ماضی میں محنت کی اور آئین کی اسلامائزیشن کے لیے اپنا کام مکمل کیا مگر اس کے بعد آج تک اس آئینی ادارے کی سفارشات کو پارلیمنٹ میں زیر بحث کیوں نہیں لایا گیا؟ یہ ہے اللہ کی بڑائی کے نفاذ کے حوالے سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ اور حکمرانوں کا طرزِ عمل جس کی سزا پوری قوم بھگت رہی ہے۔ کیا اللہ کا دین ہی اتنا لاوارث ہے؟ آج اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے مظاہرے، احتجاج، دھرنے کیوں نہیں ہو رہے؟ پارلیمنٹ میں دنیا جہان کے مسائل زیر بحث آتے ہیں اسلامی نظام کے نفاذ پر کیوں بات نہیں ہوتی؟

26ویں آئینی ترمیم میں عوام کو مطمئن کرنے کے لیے تھوڑا اسلامی ٹچ بھی دیا گیا ہے۔ پرنسپلز آف پالیسی میں لکھ دیا کہ 2028ء تک سود کا نظام ختم ہو جانا چاہیے۔ اب پرنسپلز آف پالیسی کوئی باقاعدہ قانون نہیں ہوتا کہ جس پر عمل نہ کرنے پر کسی کو سزا ہوگی۔ یہ صرف پالیسی کے طور پر چند خوش کن باتیں ہوتی ہیں۔ 1973ء کے آئین میں بھی یہ لکھا گیا تھا کہ ریاست جلد از جلد سود کو ختم کرے مگر آج 51 سال گزرنے کے بعد بھی سود کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اسی طرح یہ بات بھی آئی کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف شریعت اپیلٹ بینچ میں اپیل دائر ہے اس کا فیصلہ ایک سال کے اندر آنا چاہیے ورنہ فیصلہ نافذ العمل ہو جائے گا لیکن ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ سپریم کورٹ چاہے تو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ یعنی ایک بار پھر سپریم کورٹ کو کھیل کھیلنے کا موقع دے دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اسلامی ٹچ یہ بھی سامنے آیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات ایک سال کے اندر اندر پارلیمنٹ میں پیش کی جائیں۔ یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ ان پر عمل بھی ہوگا۔ یہ سارا مذاق قوم سے ہو رہا ہے۔ میڈیا پر بھی یہ باتیں آچکی ہیں کہ یہ خواہ مخواہ کا اسلامی ٹچ دیا گیا ہے جس پر عمل نہ کرنے پر کسی پر کوئی قانونی گرفت نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس ملک پر اپنا رحم فرمائے اور اس کے حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ہمارے انہی کرتوتوں کی وجہ سے آج ہم پر عذاب مسلط ہیں۔

اہل غزہ کے حق میں یوم مزاحمت

حماس کی طرف سے پوری دنیا کو توجہ دلائی گئی 25 اکتوبر کو اہل غزہ کے حق میں یوم مزاحمت کے طور پر منایا جائے۔ ہم تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام اس سلسلے میں ملک بھر میں مظاہروں کا اہتمام کر رہے ہیں۔ فلسطینیوں کے ہاں شہادتیں رُک نہیں رہی ہیں۔ حماس کی طرف سے بار بار توجہ دلائی جارہی ہے کہ امت مسلمہ اور عالمی فورمز پر مسئلہ کو اُٹھایا جائے۔ جماعت اسلامی کے امیر حافظ نعیم الرحمان کی طرف سے ایک بڑی اچھی تجویز آئی تھی کہ پاکستان کو اُمت مسلمہ کی قیادت کا رول ادا کرنا چاہیے اور کوشش کرکے اُمت مسلمہ کے سربراہان کا اجلاس بلایا جانا چاہیے تاکہ عملی اقدامات کی کوئی واضح شکل سامنے لانے کی کوشش کی جاسکے۔ OIC کے چارٹر میں لکھا ہے کہ فلسطینیوں کی عسکری مدد کرنا ہر مسلم ملک کی ذمہ داری ہے۔ یہ امتحان پوری اُمت مسلمہ کے لیے ہے۔ فلسطینی تو اس امتحان میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہم کم از کم بول تو سکتے ہیں، آواز تو اُٹھا سکتے ہیں اور جن کے پاس اختیار ہے وہ عملی اقدامات بھی کر سکتے ہیں۔ ہم ان کے لیے بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کو نرم کرے اور اللہ انہیں توفیق دے کہ مظلوموں کے لیے اب کوئی عملی قدم بھی اُٹھائیں۔ آمین!

۞۞۞

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

پہلی بات تو یہ ہے کہ اردو زبان میں ایک لفظ استعمال ہوتا ہے ''ادھار''۔ بسا اوقات قرض 'دَین' Loan ' debt اور ادھار مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جبکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ لفظ ''ادھار'' انگریزی اصطلاح Credit کا ترجمہ ہے جبکہ بینکوں اور مالیاتی اداروں میں لفظ Loan صرف قرض یا دَین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لفظ ادھار' نقد کا متضاد ہے جو قرض کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے اور یہ بالعموم بیع اور تجارت میں رائج ہے' جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں نے فلاں شے نقد خریدی یعنی فوری قیمت ادا کرکے خریدی۔ اس کے برعکس اگر کوئی کسی شے کی خریداری کے لیے فوری قیمت ادا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور ادائیگی کے لیے مہلت کا طالب گار ہو تو اسے اُدھار کہا جاتا ہے جو مقررہ مدت کے بعد واجب الادا ہوتا ہے' البتہ اُدھار عاریت کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

علامہ شامیؒ دَین کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الدین: ما وجب فی الذمة بعقد أو استهلاك ' و ما صار فی ذمة دینا باستقراضه فهو أعم من القرض (رد المحتار علی الدر المختار' جلد ۷' کتاب البیوع' ص ۴۰۰)

''جو چیز کسی عقد یا کسی چیز کے ضائع وہلاک کرنے سے کسی کے ذمہ واجب ہوگئی یا کسی چیز کو قرض (ادھار) لینے کی وجہ سے کسی کے ذمہ لازم ہوگئی ہو وہ ''دَین'' ہے۔ دَین قرض سے عام ہے' اس میں مدت کا مقرر کرنا واجب ہے۔'' (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 923 دن گزر چکے!

مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وارثین انبیاء کو نصیحتیں

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

> مولانا موصوف کی یہ تحریر ماہنامہ ’بینات‘ کراچی کی مارچ 1967ء کی اشاعت سے ماخوذ ہے۔ اُس وقت بڑے بڑے علمائے کرام بقید حیات تھے، اس لیے مولانا نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ ان کی خدمت میں ”نوارا تلخ ترمی زن......“ کے عنوان سے گزارشات پیش کی تھیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ بیشتر علمائے کرام مولانا کے شاگردوں اور برخورداروں میں سے ہیں، اس لیے ہم نے عنوان بدل کر آج کے علمائے کرام کی خدمت میں حضرت کی نصیحتیں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ مقصد تو وارثین انبیاءؑ کو اُن کے اصل کام کی طرف توجہ دلانا ہے۔ ہماری رائے میں اگر ساٹھ کی دہائی میں علمائے کرام حضرت بنوری کی گزارشات پر توجہ فرماتے تو آج پاکستان میں اسلامی نظام کی برکات وبہاروں سے ہم سب مستفیض ہو رہے ہوتے۔ ہماری درخواست ہے کہ آج کے علمائے کرام چاہے وہ مساجد و مدارس سے وابستہ ہیں یا اصلاحی و دعوتی وتبلیغی کام سے منسلک ہیں یا پھر سیاسی میدان میں برسرپیکار ہیں، وہ حضرت کی اُس وقت کی ”گزارشات“ پر جنہیں ہم نے آج ”نصیحتوں“ سے تعبیر کیا ہے، ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ان کی روشنی میں اپنے موجودہ طرزِ فکر وعمل پر نظرثانی فرمائیں--- لہٰذا ہم اس تحریر کو ادارہ ’بینات‘ کے شکریے کے ساتھ قارئین ”ندائے خلافت“ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

الف: انگریز کے دورِ حکومت میں ہمارے اکابر نے جو شاندار دینی وملی کارنامے انجام دیے، ان کا خلاصہ نکالیے تو انہیں بڑے بڑے شعبوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔
اول: ہر قسم کے جدید وقدیم فتنہ کا استیصال بذریعہ تقریر و تحریر، وعظ وتبلیغ، درس وخطابت اور ارشاد وتلقین:
دوم: اُمت مسلمہ کے لیے روحانی غذا مہیا کرنا، بذریعہ قیام مدارس ومعاہد، دارالافتاء ودارالعلوم، مساجد وخانقاہ، تصنیف وتالیف اور جلسہ وکانفرنس۔ آج کل کی اصطلاح میں قسم اول کو ”منفی“ اور قسم ثانی کو ”مثبت“ کہا جاتا ہے، کوئی شک نہیں کہ دین کی پاسبانی کے لیے علمائے اُمت نے ان دونوں میدانوں میں بیش قیمت قربانیاں دیں اور اپنے خونِ جگر سے ”گلشن دین خداوندی“ کو سیراب کیا۔ الحمد للہ کہ آج تک اپنی بساط کے موافق یہ سلسلہ جاری ہے، خدمت دین کی ان ہی مثبت ومنفی تاروں کے ذریعہ جب تک اُمتِ مسلمہ کا رابطہ (کنکشن) ذاتِ نبوی (بآبائنا هو وامهاتنا. صلى الله عليه وسلم) سے قائم رہے گا، اُمت انوارِ نبوت سے مستفید ہوتی رہے گی اور اس سلسلہ میں سعی کرنے والے حضرات اپنی اپنی محنت اور قربانی کے بقدر اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔

ب: انگریز کے رخصت ہو جانے اور اسلامی نظریۂ حیات کی بنیاد پر مملکت خداداد پاکستان کے وجود میں آ جانے کے بعد علمائے اُمت پر مذکورہ بالا دوگونہ ذمہ داریوں کے ساتھ ایک تیسری ذمہ داری بھی عائد ہوگئی، یعنی حکومتِ پاکستان کے سامنے نہایت پیار ومحبت، انتہائی ہمدردی اور خلوص اور بے حد حکمت وفراست کے ساتھ اسلامی اور دینی نقوشِ حیات پیش کرنا، جن پر ایک اسلامی ریاست کی بنیادیں اُٹھائی جائیں، نیز دورِ حاضر کی تمام مشکلات کا حکیمانہ جائزہ لے کر اسلامی قانون کی تدوین، جسے عدلیہ میں نافذ کیا جائے، یہ علمائے اُمت کا اپنا منصبی فریضہ تھا، خواہ حکومت ان سے مطالبہ کرتی یا نہ کرتی، انہیں صحیح اور واقعی مقام دیتی یا نہ دیتی، ان کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کسی حلقہ کی جانب سے کیا جاتا یا نہ کیا جاتا، دنیا کے ہر اجر ومزد، منصب ووجاہت اور مال وجاہ کی منفعت سے بالاتر رہ کر صرف رضائے الٰہی، ادائے حق رسالت، نصح اسلام اور فلاحِ آخرت کی خاطر انہیں یہ کام کرنا چاہیے تھا، جانشین نبوت کی حیثیت سے ان کا مشن وہی ہونا چاہیے تھا جو تمام انبیاءؑ کا رہا یعنی:

﴿وَمَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الشعراء) ”میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا، میرا اجر وثواب تو بس رب العالمین نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔“

لیکن ہمیں اپنی اس ’کمی‘ کا اعتراف کرنا چاہیے کہ جہاں ہم دین کی اور بیش بہا خدمتوں کی بنا پر رحمت خداوندی سے اجر وثواب کے متمنی ہیں وہاں اس عظیم الشان فریضہ سے صرفِ نظر کرنے کی وجہ سے معرضِ مسئولیت میں آجانے کا شدید اندیشہ بھی لاحق ہے، اگر میدان قیامت میں یہ مناقشہ فرمالیا گیا کہ تم نے اس نازک مرحلہ میں اپنی اجتماعی قوتوں کو کیوں نہ کھپایا؟ اس زبردست خلاء کو پُر کر کے اُمت کی قیادت کیوں نہ کی؟ وقت کے ایک عظیم دینی فریضہ سے کیوں بے اعتنائی برتی؟ تمہارے ذاتی مشاغل، نجی مقاصد اور گروہی فوائد اس کے درمیان کیوں حائل رہے؟ اور اسلامی حکومت کے سامنے ایک صحیح ”مجموعہ قوانین اسلام“ (یاد رہے کہ پس منظر میں علمائے کرام کی وہ تنقید ہے جو انہوں نے ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب کی تالیف ”مجموعہ قوانین اسلام“ پر کی تھی جو ادارہ تحقیقات اسلامی نے شائع کی تھی اور اس پر ”بینات“ کے متوازن تبصرے کو بھی ہدف تنقید بنایا تھا) پیش کر کے تم نے اتمامِ حجت کیوں نہ کیا؟ تو غالب گمان یہ ہے کہ جہاں ارکانِ مملکت، اربابِ سیاست اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے لوگوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا، وہاں علمائے اُمت بھی اس کی مسئولیت سے بری نہ ہوسکیں گے۔ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ!

ج: ایک جمہوری ملک میں تہذیب ومتانت اور خیر خواہی ودل سوزی کے ساتھ حکومت کو نیک مشورہ دینا کوئی شجرہ ممنوعہ نہیں، بلکہ ایک اچھی روایت ہے اور علمائے امت پر تو ایک شرعی فریضہ کی حیثیت سے یہ لازم ہے کہ وہ اصلاحی مشورے دیں، لیکن علمائے اُمت کی ذمہ داری مجرد اس بات پر ختم نہیں ہو جاتی کہ وہ حکومت پر تنقید کر لیا کریں اور ”یہ نہ کرو، وہ نہ کرو!“ کا صرف وعظ کہہ لیا کریں، بلکہ انہیں آگے بڑھ کر حکومت کو یہ بھی بتلانا ہوگا کہ ”یہ کرو!“ --- ان کے پاس ایسا مرتب شدہ مجموعۂ قوانین ہو جسے دفعات کی شکل میں جدید طرز کی قانونی زبان میں مدوّن کیا گیا ہو اور شرعی حدود کے تقاضوں کی رعایت پوری طرح اس میں ملحوظ رکھی گئی ہو، نئے دور کی مشکلات کا شرعی حل پیش کیا گیا ہو، قرآن و حدیث، اجماعِ اُمت اور اصولِ اجتہاد کی ٹھیک ٹھیک پابندی رکھتے ہوئے ...... اُمت کے لیے ممکن حد تک آسانی کی گنجائش باقی رکھی گئی ہو، پھر اس ”مجموعہ قوانین اسلام“ کو پوری بصیرت سے انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ”اسے اسلامی ریاست میں نافذ کرو!“ اور اس وقت اربابِ اختیار بالفرض اسے نافذ نہ بھی کریں تو کم از کم علمائے اُمت عند اللہ اُخروی مسئولیت سے تو بری الذمہ ہو ہی جائیں گے اور داورِ محشر کی عدالت میں اوّلین وآخرین

کے سامنے وہ اتنا تو کہہ سکیں گے کہ: ”یااللہ! اپنی فہم وبصیرت کی ممکنہ حد تک تیرے پاکیزہ قانون کو ہم نے آسان سے آسان تر صورت میں قوم کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اے اللہ! ہم اپنے ضعف اور اپنی ناداری کے باعث بس اتنا کام ہی کر سکتے تھے، لیکن قوت کے ساتھ اسے نافذ کرانا ہمارے بس سے باہر تھا۔

﴿اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝۱۱۸﴾ (المائدۃ) ”اب آپ انہیں عذاب دینا چاہیں تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر آپ ان کی بخشش فرما دیں تو بلاشبہ آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔“ اور کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ کسی وقت اربابِ اختیار کو اس کے نافذ کرنے کی توفیق دے ہی دیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حکومت میں اب بھی اللہ کے ایسے مخلص بندے موجود ہیں، جو دل وجان سے اس بات کے متمنی ہیں کہ انگریزی قانون (جو جزوی ترمیمات کے ساتھ ہمارے یہاں رائج ہے) کی جگہ اسلامی قانون نافذ کیا جائے، چنانچہ صدرِ مملکت (فیلڈ مارشل محمد ایوب خان) نے ادارۂ تحقیقات اسلامی اسی نیک مقصد کے لیے قائم کیا تھا کہ تدریجاً مروّجہ قانون کی دفعات کو اسلامی قانون میں ڈھال دیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ادارہ کے بعض ارکان کی الٹی ذہنیت نے اس کے مقاصد ہی کو الٹ کر رکھ دیا ہے اور صرف ”مغربیت پر اسلام کی چھاپ“ لگا دینے کے لیے ہی تمام الحادی اسلحہ استعمال کیا جانے لگا۔

د: اس سلسلہ میں علمائے اُمت کے سامنے جو مشکلات ہیں اور جن دشوار گزار مراحل سے وہ گزر رہے ہیں، نکتہ چین لوگوں کو ان کا احساس ہو یا نہ ہو، ہمیں ان کا پوری طرح احساس ہے، لیکن اس کا کیا کیجیے کہ زمانے کے دینی تقاضے ہماری مشکلات پر نظر رکھنے کے عادی نہیں ہیں، مقتضیاتِ وقت کی عدالت میں ہمارے اس عذر کی کوئی شنوائی نہیں کہ ہمارے پاس نہ تو اس کام کے لیے باصلاحیت افراد کو فارغ کرنے کی ادنیٰ گنجائش ہے اور نہ ہم اس کے لیے زرِ کثیر فراہم کر سکتے ہیں۔ ”قاضیٔ وقت“ کا فیصلہ یہی ہے کہ تمہارے پاس فرصت ہو یا نہ ہو، قوت ہو یا نہ ہو، سرمایہ ہو یا نہ ہو، بیٹھنے کی جگہ ہو یا نہ ہو، تمہیں یہ کام بہر حال کرنا ہوگا اور بغیر کسی دنیوی منفعت کے کرنا ہوگا، کیونکہ کرنے کا کام صرف گفت وشنید سے نہیں ہوتا، وہ تو بہر صورت کرنے ہی سے ہوتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے ہندوستانی علماء نے ایک ”ادارۂ تحقیقاتِ شرعیہ“ قائم کر لیا ہے جس سے قارئین ’بینات‘ متعارف ہیں۔ لیکن بڑی ندامت کی بات ہے کہ پاکستانی علماء اب تک اپنا ”ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی“ قائم نہیں کر سکے جو ہر قسم کی سیاست بازی سے الگ رہ کر پوری ملت کی اس عظیم خدمت کو بجالاتا۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ﴾ یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس پر پوری سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہیے، نری جذباتیت سے مسائل حل نہیں ہوتے۔“

متذکرہ بالا نصیحتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم آج کے علمائے کرام کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں:

1۔ حضرت بنوری ؒ کی نصیحتوں پر سنجیدگی سے غور وخوض فرما کر عنداللہ مسئولیت سے بچنے کی کوشش فرمائیں۔

2۔ اپنے کام کو دینی مدارس ومساجد ومکاتب تک محدود رکھنے کی بجائے ملک میں نفاذِ دین اور قوانین اسلام کے اجرا کے لیے بھرپور جدوجہد کریں۔

3۔ جو علماء مغربی جمہوری سیاست کے ذریعے ملک میں نفاذ اسلام کے خواہاں ہیں وہ اپنے اس لائحہ عمل کو تبدیل کریں کیونکہ 77 سال بیت گئے، اس طریقے سے نفاذ اسلام کی طرف خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہو سکی اور بقول مفتی نظام الدین شامزئی شہید ”علماء نے 48 سال انتخابی سیاست میں ضائع کر دیئے ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ 48 ہزار سال میں بھی اس طرح اسلام نہیں آسکتا۔“ (خطباتِ شامزئی صفحہ 213)۔

4۔ حکمران طبقے کے سامنے واشگاف انداز میں واضح کریں کہ جب تک وہ احکام دین کی تنفیذ کی طرف پیش قدمی نہیں کرتے، وہ عوام الناس (رعایا) سے اطاعت کی توقع نہ رکھیں۔

5۔ حال ہی میں بعض علماء کی طرف سے حکمرانوں کی غیر مشروط اطاعت کا تقاضا کیا گیا ہے جو انتہائی غیر مناسب ہے۔ ہمارے موجودہ حکمران لادینی افکار (Secularism) کے حامل ہیں۔ وہ سیاست واجتماعی معاملات میں دین اسلام کی عملداری کے مخالف ہیں بلکہ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو دین اسلام کو دنیوی ترقی میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔

اللہ ہم سب مسلمانوں کو مملکتِ پاکستان میں دینِ اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے علماء کو بھی اپنے ذمہ کا کام انتہائی خلوص اور دیانت داری سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

پریس ریلیز یکم نومبر 2024ء

سیکورٹی فورسز پر دہشت گرد حملوں میں اضافہ انتہائی تشویش ناک ہے

شجاع الدین شیخ

سیکورٹی فورسز پر دہشت گرد حملوں میں اضافہ انتہائی تشویش ناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں دہشت گردی کے واقعات میں خوفناک اضافہ پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم دہشت گردوں کی جانب سے سیکورٹی فورسز کو ٹارگٹ کرنے کے واقعات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک طویل عرصہ تک امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے رہنے کی وجہ سے پاکستان کو تقریباً دو دہائیوں تک بدترین دہشت گردی کا سامنا رہا اور بڑی تگ ودو اور قربانیوں کے بعد دہشت گردی کے عفریت پر کافی حد تک قابو پا لیا گیا تھا۔ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے مخصوص علاقوں میں ایک مرتبہ پھر دہشت گرد سرگرم ہو چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس فتنہ نے دوبارہ کیوں سر اُٹھا لیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ عوام الناس اور سیکورٹی اہلکاروں کو نشانہ بنانے والے درحقیقت صرف پاکستان ہی نہیں، انسانیت کے بھی دشمن ہیں۔ دہشت گردی کی اس نئی انتہائی خطرناک لہر میں ملوث مجرم اور اُن کے بیرونی سہولت کار اور پشتی بان درحقیقت پاکستان کے امن وامان کو تاراج کرنے کے منصوبہ پر عمل کر رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت اور اداروں کو بھی ادراک ہونا چاہیے کہ بیرونی دشمن کو صرف چائے کی پیالی پیش کرنے سے اُن کے پاکستان مخالف عزائم ختم نہیں ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ خطے میں پاکستان کی خصوصی اہمیت اور غزہ میں اسرائیل کی مسلسل درندگی کے باعث مستقبل کے منظرنامہ کے تناظر میں پاکستان کی دفاعی اور عسکری صلاحیت انتہائی اہم بلکہ بہت بڑی نعمت اور پوری امتِ مسلمہ کی امانت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ریاست ماں کا درجہ رکھتی ہے۔ ریاستی ادارے دہشت گردی کے حقیقی مجرموں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کریں لیکن نہ تو پُرامن طور پر جائز مطالبات کرنے والوں کے خلاف سخت رویہ اپنایا جائے اور نہ ہی آئین اور قانون سے متصادم کوئی قدم اُٹھایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ معاشی بدحالی، معاشرتی تباہی اور سیاسی ابتری ہماری اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کی حقیقی سلامتی اور جملہ مسائل کا حل نفاذِ اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر نہیں دی جاتی ملک کی سلامتی خطرے میں ہی رہے گی۔ آخر میں اُنہوں نے شہداء کی مغفرت اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام: رفقاءِ تنظیم کے نام

ہمیں نیتوں کے اخلاص کے ساتھ سالانہ اجتماع میں شرکت کا عزمِ صمیم کرنا ہے!

عزیز رفقاءِ تنظیم اسلامی اور محترم احباب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع 15، 16، 17 نومبر بمطابق جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں منعقد ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسانی کا معاملہ فرمائے۔((رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ)) اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے آسانی کا معاملہ فرما، مشکل نہ فرما اور خیر کے ساتھ ہمارے اس سارے پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔ آمین!

اس سال بھی تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع جنگ کے سائے میں منعقد ہو رہا ہے۔ اسرائیل کی درندگی اور ظلم کو ایک سال سے زیادہ ہو چکا ہے۔ اس جنگ کو طول دیا جانا اور گریٹر اسرائیل کے منصوبے پر عمل پیرا ہونا نیتن یاہو کے بیانات اور عملی اقدامات کے ذریعے ہم مستقل دیکھ رہے ہیں۔ دوسری طرف مسلم ممالک کی بے شرمی اور بے حمیتی بھی ہمارے سامنے ہے کہ عوام تو اپنے فلسطینی بھائیوں کے لیے بس کچھ مظاہرے کر لیتے ہیں یا کچھ زبانی کلامی بات ہو جاتی ہے۔ جبکہ مسلم ممالک کے حکمرانوں کی بے حسی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُمّت میں جذبۂ جہاد بیدار ہوا ہے۔ حماس کے قائدین اسماعیل ہنیہؒ، یحییٰ سنوارؒ اور دیگر سینکڑوں شہادتیں یہ پیغام دے رہی ہیں کہ اُمت میں کہیں نہ کہیں کوئی رمق باقی ہے اور جذبہ جہاد کو گویا کہ بقاء مل رہی ہے۔ اس تناظر میں فلسطین اور غزہ کے مسلمانوں کی استقامت کے نتیجے میں اُمّتِ مسلمہ کی ذِمّہ داری تو بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اسی طرح دینی اجتماعیتوں کی ذِمّہ داریاں بھی بہت بڑھ گئی ہیں اور اسی طرح اس عالمی تناظر میں اگر ہم دیکھیں تو تنظیمِ اسلامی کا کام اور زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ آج اُمت کے زوال کی جو بنیادی وجہ ہے وہ قرآن حکیم کو فراموش کر دینا ہے۔ اُمّت کی ذِلت کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ 57 مسلم ممالک میں کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے جسے ہم دنیا کے سامنے پیش کر سکیں کہ یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین نافذ ہے اور یہ ہے وہ نظامِ عدلِ اجتماعی جو ربِ کائنات نے ہمیں عطا فرمایا۔ یہ وہ پس منظر اور تناظر ہے جس میں تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع منعقد ہونے جا رہا ہے۔

کچھ کام وہ ہیں جو ہمیشہ مرکز کی سطح پر اور مرکزی اجتماع گاہ کے ذِمّہ داران کی سطح پر اجتماع سے پہلے کیے جاتے ہیں اور ذِمّہ داران انتظامات میں دن رات مشغول ہیں۔ ہمیں نیتوں میں اخلاص پیدا کرنا ہے، عزمِ مصمم کرنا ہے اور جو بھی اس وقت تیاری ہو سکتی ہے، اپنے معمولات کو نمٹانے کے اعتبار سے، چھٹیاں لینے کے اعتبار سے، دیگر کاموں کو چھوڑ کر اجتماع کی تیاری کرنے کے اعتبار سے اور جان کا بھی لگانا ہے، مال کا بھی لگانا اور اس سے بڑھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سالانہ اجتماع میں حاضری کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں اپنے اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔ آپ رفقاء کا دیدار کرنے کے لیے میں پورا سال، پورے پاکستان کے تمام حلقوں میں جاتا ہوں اور پھر توقع بھی رہتی ہے اور خواہش بھی ہے کہ ان شاء اللہ تمام رفقاء ملک بھر سے مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں پہنچیں اور میں آپ کا دیدار کر سکوں۔ ہاں شرعی عذر کا معاملہ ہو، پیرانہ سالی کا معاملہ ہو، کوئی دیگر شرعی معذوری کا معاملہ ہو تو وہ بات الگ ہے۔ ورنہ تمام رفقاء مبتدی ہوں یا ملتزم، آپ سب نے ان شاء اللہ تعالیٰ اجتماع میں پہنچنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

کچھ باتیں یاددہانی کے لیے:

اِس اجتماع سے ہمیں کیا کیا میسر آتا ہے؟

الحمدللہ ہماری فکر کی آبیاری ہوتی ہے، اپنے بھولے ہوئے سبق کو ہم تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ کی توفیق سے جذبہ جہاد بھی ہمارے اندر بیدار ہوتا ہے اور شوقِ شہادت بھی۔ ایک نیا ولولہ اور عزم ہمارے اندر الحمدللہ پیدا ہوتا ہے، پھر اُمّت کے کندھوں پر جو بھاری ذِمّہ داری ہے اور جس کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے آج ہم ذِلت اور رسوائی کا شکار ہیں، اُس ذمہ داری کو ادا کرنے کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے۔ احساسِ زیاں بیدار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مال لگانے کا بھی موقع میسر آتا ہے، جان کھپانے کا بھی موقع میسر آتا ہے اور وہ بھی بالخصوص منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ کی نسبت سے۔ متعدد جماعتیں آج بہت سے معروف طریقوں پر عمل پیرا ہیں۔ بہت سی کوششیں ہو رہی ہیں۔ لیکن ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کی تشریح میں کہ آج انقلاب کو برپا کرنے کے لیے طریقہ کار کیا ہوگا؟ وہ منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ کے تعلق سے ہمیں اپنے سبق کو دہرانے کا موقع میسر آتا ہے۔

یہ بھی اجتماع کے فوائد میں شامل ہے کہ میں آپ کا دیدار کر سکوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہم اپنے ساتھی رفقاء تنظیم کا دیدار کر سکیں گے۔ اپنے ہم مقصد تحریکی بھائیوں سے ہماری ملاقات ہو سکے گی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی بہت سی سنتوں پر عمل کرنے کا موقع ہم سب کو میسر آتا ہے۔ اپنے اکابرین اور سینئر رفقاء کو سننے کا موقع ملتا ہے۔ بانی محترمؒ کی ویڈیوز سے استفادہ ہوتا ہے۔ سابق امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید صاحب بھی تشریف لاتے ہیں اور ہم ان کی رونق افزائی سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ اپنے بعض مرحوم اکابرین کی باتوں سے بھی اس مرتبہ استفادہ ہوگا۔ ہمارے وہ اکابرین جو بقیدِ حیات ہیں اللہ تعالیٰ اُن کا سایہ ہم پر قائم رکھے، اُن سے بھی استفادہ کا موقع میسر آتا ہے۔ ایک اور اہم بات یہ کہ تنظیم کے اعتبار سے جو بھی کام ہو رہا ہے، اُس کے بارے میں معلومات میسر آتی ہیں اور ہمارے دینی علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ چند اہم مخصوص اور قریبی احباب کو بھی ہم اجتماع میں لانے کی اجازت دیتے ہیں۔ نظم کے تحت اُن کے سامنے بھی تنظیم اسلامی کے کام کو متعارف کرانے کا موقع ملتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری نیتوں میں اخلاص عطا فرمائے، معاملات کو آسانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور اس اجتماع کو اپنی خاص نصرت و تائید کے ساتھ بروقت منعقد کرنے اور ہم سب کو وہاں شریک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین!)

❀❀❀

OIC کے چارٹر میں شامل ہے کہ فلسطینیوں کی عسکری مدد بھی کی جائے گی۔ آج اگر عسکری مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم خوراک اور ادویات تو اہلِ غزہ کے لیے مہیا کر دیں: خورشید انجم

13 ماہ کی دہشت گردی اور خونریزی کے باوجود اسرائیل اپنے اہداف اور مقاصد حاصل نہیں کر سکا: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

جب تک نظریاتی طور پر مسلم ممالک ایک پیج پر نہیں آتے تب تک کسی بھی سفارتی، معاشی یا عسکری محاذ پر متحد نہیں ہو سکتے: رضاء الحق

مشرقِ وسطیٰ میں پھیلتی جنگ کے اثرات کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: گزشتہ 13 ماہ سے اسرائیل غزہ پر بمباری کر رہا ہے اور اب اس کی جارحیت لبنان، ایران اور یمن تک پھیل چکی ہے۔ ہزاروں شہادتیں ہو رہی ہیں جن میں حماس اور حزب اللہ کے دو دو اعلیٰ ترین عہدیدار بھی شہید ہو چکے ہیں۔ نیتن یاہو اور صہیونی فورسز کا جنگی جنون کب اور کیسے رُکے گا؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: حالات جس نہج پر جا رہے ہیں، اس میں بظاہر مایوسی نظر آ رہی ہے مگر یہ بھی بہت ضروری ہے کہ اُمت مسلمہ کے سامنے یہ بات آ جائے کہ حالات جتنے بھی زیادہ سخت ہوں شکست کا بہر حال اہلِ ایمان کے ہاں کوئی امکان نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔" (العنکبوت: 69)

ایک راستہ بند ہوتا ہے تو دیگر کئی راستے کھل جاتے ہیں۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ حالات اپنی گرفت سے باہر نکل رہے ہیں مگر دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے فتح کے کئی امکانات بھی روشن کر دیئے ہیں۔ اسرائیل نے دہشت گردی کا جو بازار گرم کیا ہوا ہے اس سے مسلمانوں کا جانی نقصان تو ہوا ہے، 45 ہزار کے قریب عورتیں، بچے اور مرد فلسطین میں شہید ہو چکے ہیں، غزہ کو کھنڈر بنا دیا گیا ہے، ایمبولنس گاڑیوں، ہسپتالوں اور عبادت گاہوں کو تباہ کر کے نیٹو معاہدات تک کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں لیکن اس سب کے باوجود اسرائیل اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ وہ حماس کو ختم کر دے گا مگر حماس ابھی تک لڑ رہی ہے۔ ٹھیک ہے لیڈر شپ شہید ہوئی ہے مگر حماس ایک نظریے کا نام ہے اور نظریہ کبھی مرتا نہیں ہے۔ آپ کو اہل فلسطین میں گھبراہٹ اور خوف کا اشارہ تک نہ ملے گا جبکہ دوسری طرف اسرائیل میں مظاہرے ہوتے ہوئے نظر آ رہے ہیں کہ نیتن یاہو کو نکالو۔ 250 کے قریب اسرائیلی فوجی اور جرنیل حماس کی قید میں ہیں ان کو ابھی تک اسرائیل بازیاب نہیں کرا سکا۔ اس جنگ سے پہلے کئی مسلم ممالک اسرائیل کو تسلیم کر چکے تھے اور کئی تسلیم کرنے

مرتب: محمد رفیق چودھری

کی باتیں کر رہے تھے لیکن اب دنیا کہہ رہی ہے کہ فلسطین کو تسلیم کیا جائے۔ کئی یورپی ممالک بھی فلسطین کو تسلیم کر چکے ہیں۔ پھر یہ کہ اسرائیل مانے یا نہ مانے مگر اس کی معیشت تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق اب تک اسرائیل کا 60 بلین ڈالرز کے قریب نقصان ہو چکا ہے۔ شیفیلڈ یونیورسٹی کے معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر جنگ نہ رکی تو یہ نقصان آئندہ سال 93 ارب ڈالرز تک پہنچ جائے گا۔ موڈیز اور سٹینڈرڈ جیسی ریٹنگ ایجنسیوں نے بھی کہا ہے کہ اسرائیل کی معیشت کا جنازہ نکل چکا ہے، وہ قرضوں کی قسطیں تک ادا نہیں کر سکا۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ اسرائیل فتح کی مستی میں جھوم رہا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔" (آل عمران: 151)

وہ رعب تو ان کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ آج دنیا بھر میں اسرائیل کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں جبکہ جس حماس کو اسرائیل دہشت گرد کہتا تھا اس کی حمایت دنیا میں بڑھ رہی ہے۔ یحییٰ سنوار اپنی شہادت کے آخری لمحات میں بھی دنیا کو ایک جذبہ دے گئے۔ ٹوٹے ہوئے بازو کے ساتھ انہوں نے اسرائیلی ڈرون پر لکڑی سے وار کیا۔ آج اسرائیل کے اخبارات یہ لکھ رہے ہیں کہ اگر یحییٰ سنوار دہشت گرد ہے تو ہم اس سے بڑے دہشت گرد ہیں۔ وہ پوچھ رہے ہیں کہ ہم نے اس جنگ میں کیا حاصل کیا؟ ہماری زراعت تباہ ہوگئی، صنعت و تجارت تباہ ہوگئی۔ اسرائیل سے جانے کے لیے ایئرپورٹس بھرے ہوئے ہیں۔ گویا قرآن میں جو کہا گیا ثابت ہو رہا ہے:

"یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کر لیا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔" (آل عمران: 173)

حماس اور فلسطینیوں کے پاس نہ اسلحہ ہے، نہ طیارے ہیں، نہ ٹینک ہیں، بظاہر یہ یک طرفہ جنگ ہے مگر اس سب کے باوجود ان کے حوصلے بلند ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

سوال: روس نے یوکرین پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو پوری یورپی یونین یوکرین کی پشت پر کھڑی ہوگئی۔ دوسری طرف اسرائیل فلسطین پر قبضہ کی کوشش میں فلسطینیوں کا لہو بہا رہا ہے مگر اُمت مسلمہ کی غیرت کیوں نہیں جاگ رہی؟

خورشید انجم: ایک طرف تو یہاں ہمیں پوری دنیا کا دہرا معیار نظر آتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ یوکرائن

کی پشت پر یورپی یونین کھڑی ہوگئی ، امریکہ کے صدر جو بائیڈن نے جنرل اسمبلی میں تقریر میں کہا ہم یوکرائن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے ،ہم اس کا دفاع کریں گے اور دوسرے ممالک کو بھی اس نے دعوت دی کہ وہ یوکرائن کا ساتھ دیں لیکن غزہ کے حوالے سے انہیں کوئی تشویش نہیں ہے۔ اسرائیل کے خلاف کوئی قرارداد آتی ہے تو امریکہ اسے ویٹو کر دیتا ہے۔ فلسطینیوں کی نسل کشی پر امریکہ اور یورپ کی حکومتیں خاموش ہیں، 45ہزار کے قریب عورتیں، بچے، مرد شہید ہو چکے مگر یورپ کو اگر فکر ہے تو ان 250 یرغمالیوں کی ہے جو حماس کی قید میں ہیں۔ دوسری طرف مسلم ممالک کی طرف سے بھی کوئی خاص ردعمل نہیں آرہا۔ صرف بیانات کی حد تک ہے۔ ایران نے کچھ ردعمل ظاہر کیا، انڈونیشیا کی طرف سے بھی کچھ ردعمل آیا، پاکستان میں اندرونی سطح پر سیو دی غزہ (Save the Gaza) مہم سینیٹر مشتاق احمد خان نے چلانے کی کوشش کی تو انہیں گرفتار کرلیا گیا، ان پر تشدد کیا گیا۔ وزیراعظم کی جنرل اسمبلی میں تقریر البتہ اچھی تھی۔

اسی طرح حافظ نعیم الرحمن (امیر جماعت اسلامی) نے ایک مہم شروع کی اور اس کے نتیجے میں ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں فلسطین کے حوالے سے بڑا اچھا مشترکہ موقف اختیار کیا گیا۔ پھر ہماری مذہبی جماعتوں اور دینی حلقوں کی طرف سے بھرپور آواز اُٹھائی گئی لیکن عرب دنیا اس معاملے میں بہت پیچھے رہ گئی۔ عرب حکمران تو اسرائیل کو تسلیم کرنے جارہے تھے۔ حماس نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔ اب وہ کس منہ کے ساتھ اسے تسلیم کریں۔ بلنکن کے دورہ کے دوران بھی عرب حکمرانوں نے کہا تھا کہ حماس اصل میں الاخوان ہے اور اس کو شکست دینا ناگزیر ہے۔ مصر نے کہا کہ کیمپ ڈیوڈ والی فضا باقی رہنی چاہیے۔ بنیادی طور پر حماس کی جڑ میں احیائی فکر ہے، وہ دین کا تصور رکھتے ہیں مذہب کا تصور نہیں رکھتے ،یعنی وہ سیاسی اسلام کا تصور رکھتے ہیں۔ یہی چیز عرب حکمرانوں کے لیے کسی صورت قابل قبول نہیں ہے کیونکہ وہ اسے اپنی بادشاہتوں کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف پوری دنیا میں غیر سیاسی اسلام کو پروموٹ کیا جارہا ہے۔ وہ لوگ جو تصوف کو متوازی دین کہتے ہیں، وہ بھی خانقاہ بنا رہے ہیں۔ یہ سارا کچھ عالمی جبر کے تحت ہورہا ہے۔ اس حوالے سے مسلمان ممالک کا رویہ بہت ہی قابل افسوس ہے۔ ان حالات میں سب سے زیادہ پڑوسی عرب ممالک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اہل غزہ کی مدد کریں۔ OIC کے چارٹر میں تو یہ بھی شامل ہے کہ ہم فلسطینیوں کی عسکری مدد بھی کریں گے۔ آج اگر عسکری مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم سفارتی اور اخلاقی مدد تو کر سکتے ہیں۔ کم از کم خوراک اور ادویات تو اہلِ غزہ کے لیے مہیا کر دیں۔

سوال: پاکستان کے دورے پر تشریف لائے ہوئے عالمی مبلغ اسلام ڈاکٹر ذاکر نائیک نے پچھلے دنوں ایک تجویز دی کہ اب یہ وقت آ گیا ہے کہ مسلم ممالک بھی نیٹو کے طرز پر اسلامی عسکری اتحاد بنائیں۔ آپ کے خیال میں کیا یہ قابل عمل تجویز ہے؟

UNO، سلامتی کونسل، جنرل اسمبلی، عالمی عدالت انصاف سمیت تمام عالمی ادارے ناکام ہیں جب تک وہ امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بنے رہیں گے۔

رضاء الحق: یہ خواہش تو بہت اچھی ہے لیکن اگر زمینی حقائق کو دیکھا جائے تو اس کے کوئی امکانات بظاہر دکھائی نہیں دیتے۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ نیٹو کی بنیاد دوسری جنگ عظیم کے بعد سیکولر ورلڈ نے ایک خاص مقصد کے تحت رکھی تھی اور وہ مقصد یہ تھا کہ پہلے سوویت یونین کا اور بعدازاں سیاسی اسلام کا مقابلہ کر کے سرمایہ دارانہ نظام کو عالمی سطح پر غالب کیا جائے۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ معاشی سطح پر بھی مغربی ممالک اکٹھے ہوئے، یورپی یونین کا قیام بھی عمل میں آیا۔ عسکری سطح پر بھی نیٹو وجود میں آیا۔ پھر جہاں جہاں انہوں نے دیکھا کہ مسلمان خطرہ بن سکتے ہیں تو ان کو تباہ کر دیا، چاہے عراق ہو یا شام، افغانستان ہو یا لیبیا۔ OIC کا قیام اس وقت عمل میں آیا جب 1969ء میں آسٹریلیا کے باشندے نے مسجد اقصیٰ میں آگ لگانے کی کوشش کی اور مسجد اقصیٰ کو جزوی طور پر نقصان بھی پہنچا۔ بنیادی طور پر OIC کا ہدف یہی تھا کہ ہم مسجد اقصیٰ کی حفاظت کریں گے، اس کے بعد مسلم ممالک کے مشترکہ مفادات کے تحفظ کو بھی منشور میں شامل کیا گیا لیکن جن ممالک کے سربراہان نے OIC کی بنیاد رکھی تھی ان کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ اسی طرح کچھ عرصہ قبل 39 مسلم ممالک کی مشترکہ فوج بنائی گئی اور ہمارے ایک سابق جرنیل اس کے چیف بنے لیکن اس فوج کا مقصد بھی صرف عرب بادشاہتوں کو بچانا، بنیاد پرستی اور سیاسی اسلام کا قلع قمع کرنا اور ماڈرن اسلام کو رائج کرنا تھا۔ اب اس کی مثالیں بھی سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں سامنے آرہی ہیں۔ اسی طرح عرب ممالک نے مل کر GCC بنائی تو وہ بھی حوثیوں کے مقابلے میں لڑنے کے لیے بنائی گئی جبکہ دوسری طرف ایران حوثیوں کی مدد کر رہا تھا۔ یعنی GCC مسلمانوں کی آپس میں ہی خانہ جنگی کے لیے استعمال ہوئی۔ لہٰذا بنیادی بات یہی ہے کہ جب تک نظریاتی طور پر مسلم ممالک ایک پیج پر نہیں آتے تب تک کسی بھی سفارتی، معاشی یا عسکری محاذ پر وہ متحد نہیں ہو سکتے۔

سوال: عالمی ادارے چاہے وہ UNO ہو یا سلامتی کونسل ، جنرل اسمبلی ہو یا عالمی عدالت انصاف، مشرق وسطیٰ میں جنگ رکوانے میں کامیاب کیوں نہیں ہو پا رہے؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ان عالمی اداروں کی تعمیر کے اندر ہی بڑی خرابیاں موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کا اپنا مالیات کا کوئی نظام نہیں ہے لہٰذا یہ خود کو چلانے کے لیے امریکہ سے مدد لیتے ہیں اور اس کے بدلے میں امریکہ ان کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ویٹو کا حق چند ممالک کو دے کر جمہوریت کی نفی کر دی گئی ہے۔ ساری دنیا ایک طرف ہو جائے ایک تنہا ملک ویٹو کر دیتا ہے تو پھر دنیا میں عدل و انصاف کیسے قائم ہوگا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ان اداروں کی ناکامی کی تیسری بڑی وجہ ان کے دہرے معیار ہیں۔ مسئلہ کشمیر اور فلسطین کے بارے میں اقوام متحدہ کی قراردادیں چیختی رہتی ہیں مگر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ لیکن مشرقی تیمور کا مسئلہ ہو یا جنوبی سوڈان کا مسئلہ ہو تو وہ فوراً حل ہو جاتا ہے۔ مسلم ممالک کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ نام نہاد عالمی ادارے مسلم ممالک کے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتے بلکہ ان کو اُلٹا آپس میں لڑایا جاتا ہے۔ کبھی ایران اور عراق کو لڑا دیا، کبھی عراق اور کویت کو لڑا دیا۔ ہم کیوں ان کے ہاتھوں تماشا بنے ہوئے ہیں۔ OIC کا ڈھانچہ ہی بدل دیا گیا۔ اس کو آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کی بجائے ''کوآپریشن'' کر دیا گیا۔ مولانا مودودیؒ نے بھی کہا تھا کہ مسلم ممالک کو اپنا مشترکہ دفاعی نظام، مشترکہ منڈی اور مشترکہ ابلاغ کا نظام بنانا چاہیے۔ لیکن موجودہ صورتحال یہ ہے کہ عالمی عدالت انصاف میں بھی کوئی مسلم ملک نہیں گیا۔ جنوبی افریقہ انسانیت کے ناطے عالمی عدالت میں گیا۔ اس کا فیصلہ بھی اسرائیل کے

خلاف آ گیا مگر عمل درآمد نہیں ہوا۔ کیونکہ امریکہ اسرائیل کی پشت پر ہے۔ لہٰذا تمام عالمی ادارے ناکام رہیں گے جب تک وہ امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بنے رہیں گے۔

سوال: اسلام میں ہجرت کا آپشن موجود ہے۔ جس علاقے میں آپ اپنی جان، مال، عزت کا تحفظ نہیں کر سکتے تو کسی دوسرے علاقے میں ہجرت کر جائیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی سنت سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی جماعت کے ہمراہ مدینہ ہجرت کی اور اپنی طاقت اور تعداد بڑھا کر پھر مکہ کو فتح کیا۔ کیا اہل فلسطین کے لیے اس سنت پر عمل ایک حل ہو سکتا ہے؟

خورشید انجم: قریش مکہ کے مظالم جب مسلمانوں پر بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ یہ ہجرت اختیاری تھی۔ اس کے بعد جب مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی تو وہ اللہ کی طرف سے فرض تھی۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ مدینہ کو بیس کیمپ بنا کر ایک عالمی انقلاب کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ لیکن موجودہ صورتحال یکسر مختلف ہے۔ فلسطین کے پڑوس میں کئی مسلم ممالک ہیں لیکن وہ بھی اہل فلسطین کی مدد نہیں کر رہے اور اسرائیل نے بھی اعلان کیا ہوا ہے کہ جہاں بھی ہمارے ٹارگٹس ہوں گے وہاں ہم ان کو ہٹ کریں گے۔ یعنی فلسطینی جہاں بھی جائیں گے ان کے لیے مسائل ہیں اور وہ کسی جگہ بھی اپنا بیس کیمپ نہیں بنا سکتے۔ لہٰذا ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی سرزمین پر رہ کر ہی مزاحمت جاری رکھیں جس طرح افغانستان نے گوریلا وار کی ہے اسی طرح حماس نے بھی اپنی سرنگیں بنائی ہوئی ہیں۔

سوال: گریٹر اسرائیل کے نقشے میں دریائے نیل سے فرات تک کے سارے علاقے کو دکھایا جاتا ہے۔ کیا یہ شدت پسند یہودیوں کا محض خواب ہے یا اس کی کوئی حقیقت بھی ہے؟

رضاء الحق: گریٹر اسرائیل کا تصور پہلی بار یہودی پروٹوکولز میں 1898ء میں دیا گیا جن میں Biblical boundaries کا ذکر کیا گیا۔ اس میں وہ سارا علاقہ شامل ہے جو دریائے نیل سے فرات تک ہے، اسی طرح ان پروٹوکولز میں ترکی اور سعودی عرب کے کچھ علاقے بھی شامل ہیں۔ 1917ء میں یہ پلان کھل کر سامنے آ گیا جب ناجائز صہیونی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں نیتن یاہو نے اپنی تقریر کے دوران بھی یہ نقشہ دکھایا جس میں انڈیا مڈل ایسٹ اکنامک کوریڈور کو بھی دکھایا گیا۔ اس کے علاوہ بھی اسرائیلی حکام آئے روز گریٹر اسرائیل کی بات کرتے رہتے ہیں۔ سارے یہودی گریٹر اسرائیل پر متفق ہیں۔ البتہ بعض کہتے ہیں کہ مسایاح (یعنی دجال) کے آنے کے بعد قائم ہوگا جبکہ کچھ کا خیال ہے کہ پہلے قائم ہونا چاہیے۔

سوال: پچھلے کچھ عرصے کے دوران ایران اور اسرائیل کے ایک دوسرے پر حملے بڑھ رہے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو کیا کسی بڑی جنگ کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہوگا؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: بظاہر اس وقت عالمی جنگ چھڑنے کے امکانات نہیں ہیں کیونکہ عالمی جنگ اس وقت چھڑتی ہے جب دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو۔ مگر اس وقت تو ایک طرف مظلوم فلسطینی ہیں اور دوسری طرف اسرائیل کا ظلم ہے۔ یہ جنگ اس وقت چھڑ سکتی ہے جب دنیا کا ضمیر جاگ اُٹھے یا مسلم ممالک متحد ہو جائیں۔ پھر یہ کہ ابھی ایک سال ہی جنگ چھڑے ہوا ہے اور یورپ اور امریکہ میں احتجاج شروع ہو گیا ہے کہ ہمارے پیسے کو ظلم کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کو روکا جائے۔ یہودی بھی احتجاج کر رہے ہیں کہ نیتن یاہو نے ہمیں عالمی مجرم بنا دیا ہے، یہودیوں کے خلاف نفرت عالمی سطح پر بڑھ رہی ہے۔ پھر یہ کہ جنگ کے اخراجات بھی ہوتے ہیں، انہیں اسرائیل کب تک برداشت کر پائے گا۔

رضاء الحق: اگر ایران اور اسرائیل کے درمیان صرف دھمکیوں اور میزائلوں کی حد تک ہی معاملہ رہتا ہے تو پھر جنگ چھڑنے کے امکانات شاید نہ ہوں لیکن اگر اسرائیل نے ایران پر باقاعدہ حملہ کر دیا تو پھر روس اور چین بھی جنگ میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ یوکرین اور تائیوان کی وجہ سے امریکہ، روس اور چین جنگ میں کود سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ جب جنگ چھڑ گئی تو پھر اس کو روکنا ممکن نہ ہوگا۔

سوال: آپ قیامت سے قبل مشرق وسطیٰ کا مستقبل کیا اور کیسا دیکھتے ہیں؟

خورشید انجم: احادیث میں واضح طور پر کچھ علامات بیان کی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ایک اشارہ ملتا ہے۔ فرمایا:

اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں آباد رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں سمیٹ کر لے آئیں گے۔ (الاسراء:104)

یہاں ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ جب آخری وقت آئے گا تو بنی اسرائیل کو سمیٹ کر اس سرزمین پر لے آیا جائے گا۔ چونکہ بنی اسرائیل مغضوب علیہم قوم ہے۔ اس نے انبیاء کا قتل کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور اپنے تئیں ان کو سولی پر چڑھایا۔ پھر اللہ کی آخری کتاب اور آخری رسول ﷺ کا انکار کیا۔ آپ ﷺ کے خلاف اور اللہ کے دین کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ ان سارے جرائم کی سزا ان کو ملنی ہے لہٰذا گریٹر اسرائیل کے ہی بہانے ان کو آخری وقت میں سزا کے لیے اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ شام کے حوالے سے احادیث میں ذکر ہے کہ اس میں بہت خونریزی ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں شام میں فلسطین اور اردن کا علاقہ بھی شامل تھا۔ ایک حدیث میں ذکر ہے کہ آخری وقت میں چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے اور اس ضمن میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔ آج عرب کے بدو بڑی بڑی بلڈنگیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بڑی جنگ (الملحمۃ الکبریٰ) کا بھی ذکر ہے۔ عیسائی کتب میں آرمیگاڈان کا ذکر ہے۔ ان جنگوں میں اتنا قتل عام ہوگا کہ اُڑتے ہوئے پرندے کو اُترنے کے لیے خالی جگہ نہ ملے گی۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں ہوں گی۔ اسی دوران حضرت مہدی علیہ السلام کا بھی ظہور ہوگا۔ پھر حضرت مہدی علیہ السلام کی نصرت کے لیے خراسان سے قافلے جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور وہ دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد یہودیوں کا صفایا ہوگا۔ پتھر اور درخت بھی یہودیوں کے خلاف بولیں گے کہ ان کو قتل کر دو سوائے غرقد کے درخت کے، جس کی بڑے پیمانے پر اسرائیل میں شجرکاری کی جا رہی ہے۔ یہ سارا نقشہ مشرق وسطیٰ میں اُبھرتا ہوا ہمیں نظر آ رہا ہے۔ جس میں ہر طرف تباہی ہی تباہی ہے لیکن بالآخر مسلمان فتح پائیں گے۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: مشیر خصوصی برائے سیاسی امور و نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان

2۔ خورشید انجم: مرکزی ناظم نشر و اشاعت اور تعلیم و تربیت، تنظیم اسلامی پاکستان

3۔ رضاء الحق: نائب ناظم نشر و اشاعت اور ریسرچ سکالر تنظیم اسلامی پاکستان

......ضوفشانی چھوڑ جاؤں گا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

یحییٰ سنوار 22 سال اسرائیلی جیل میں اور 61 سال دنیاوی جیل میں (حدیث کے مطابق دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے) گزار کر قطرے برابر زندگی جی کر راحتوں اور حیاتِ ابدی کے سمندر میں اتر گیا! (ان شاء اللہ) اس نے (اپنی وصیت) میں کہا تھا: 'ان تاریک کوٹھریوں (جیل) کے اندر میں ہر دیوار میں کھڑکی دیکھتا تھا: جس سے دور کا افق دکھائی دیتا تھا: ہر سلاخ میں سے روشنی پھوٹتے دیکھتا تھا جو آزادی کا راستہ روشن کرتی تھی۔ جیل میں رہتے ہوئے میں نے سیکھا کہ صبر محض ایک اخلاقی خوبی نہیں بلکہ وہ ایک ہتھیار ہے، کڑوا ہتھیار جیسے کوئی سمندر کو قطرہ قطرہ کر کے پی لے۔ اور جیل تو آزادی کی منزل تک لے جانے والا ہماری طویل راہ کا ایک ٹکڑا ہے۔' یہی مثبت، پُرعزم طرزِ فکر شخصیت ساز ہوتا ہے۔ قید خانے کو تربیت گاہ جانا۔ عبرانی سیکھی۔ لائبریری کی کتابیں چاٹیں۔ تعلق بالقرآن نے آزادی، روشنی کی منزل حقیقی کے لیے صبر و ثبات دیا۔ خواہش پوری ہوئی! 'قابض (اسرائیلی) جو تحفہ مجھے دے سکتے ہیں وہ شہادت ہے۔ میں ان کے ہاتھوں شہید ہو کر اللہ سے جا ملوں، یہ کورونا سے بہتر ہے!' دور، ابدی آزادی کے روشن راستوں کا تھکا ماندہ مسافر! اپنے لہو کی سرخی افق پر چھوڑ کر قوم کی رگوں میں اپنا پُرعزم خون سمو گیا۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔

یحییٰ سنوار یوں شہید ہوئے جو اسرائیل کبھی نہ چاہتا تھا کہ بہادری سے لڑتے شجاعت کے جھنڈے گاڑتے، بے خبر اسرائیل کے عام فوجیوں کی گولی سے انجانے میں شہید ہو جاتے۔ سال بھر اسرائیل سر مارتا رہا یحییٰ کو قتل کرنے کے لیے۔ اس کی بہترین ٹیکنالوجی، نہایت مخصوص تربیت یافتہ فورسز، جدید ترین امریکی ٹیکنالوجی کی مزید مدد سبھی کچھ میسر تھا۔ اسرائیل کی خصوصی جاسوسی یونٹیں، اہم ترین مہارتوں سے کی گئی منصوبہ بندیاں، سنوار کی دیوانہ وار تلاش سب اکارت گئی۔ اسرائیلی محکمہ ہائے جاسوسی تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ پورا سال گزر جانے کے بعد بھی سنوار زندہ ہو گا! وہ سرنگوں کی لمبائی، پھیلاؤ اور پیچیدگی پر دنگ تھے۔ سوچتے، کہتے رہے کہ سنوار یرغمالیوں کی اوٹ میں انھیں ڈھال بنائے چھپا بیٹھا ہے۔ سنوار کے بہانے اس نے شہریوں کی بے بہا جانیں اندھا دھند قتل عام میں ختم کر دیں۔ حقیقی طور پر تین لاکھ سے متجاوز فلسطینی شہید اور پورا غزہ کھنڈر۔ اس سب کے باوجود سنوار انہی کے بیچ اپنے صرف دو ساتھیوں کے ساتھ عام اسرائیلی فوجیوں کے مقابل جھڑپ میں زخمی ہوا۔ یہ ان سے بچھڑ کر الگ بلڈنگ میں گیا۔ اس پر ٹینک کے گولے پھینکے اور فوجی یہ سمجھ کر اندر گئے کہ وہ جان دے چکا۔ مگر اس نے دوسری منزل سے دو گرینیڈ دے مارے جن میں سے ایک پھٹ گیا۔ اب اندر کی خبر لانے کو ایک ڈرون بھیجا۔ آخری لمحات کی منظر کشی اسرائیلی ڈرونز نے کی۔ دایاں بازو کٹ گیا تھا۔ سکارف میں چہرہ لپیٹا تھا۔ ہاتھ میں پکڑی چھڑی ڈرون پر پھینک دی۔ ڈرون پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔ آخری سانس تک مقابلہ! دوسرے ڈرون سے انبیاء کی سرزمین کو اپنے لہو سے سیراب کرتے فلسطینیوں کے قائد کا آخری منظر جو کہ اسرائیلیوں نے مسلمانوں کے لیے محفوظ کیا، دنیا کو دکھایا۔ لینذر من کان حیاً۔ ہر اس شخص کے لیے جو ابد ہی کا خوف زندہ بیدار کرنے کو جو حامل قرآن ہو کر بھی غزہ سے بے نیاز بیٹھا ہے۔

جاپان کے تو تمام اخبارات نے سنوار کی عظیم مثال، قربانی کی داستان اپنی قوم کو پڑھائی۔ وہ اسے اپنے ایک بہادر جاپانی جنگجو 'سمورائی' کی سی شجاعت کا حامل قرار دے رہے تھے۔ البتہ اسی وقت جب یحییٰ شہید اور شمالی غزہ میں 60 بچوں سمیت اسرائیلی عفریت نے 85 شہید کیے، مصر میں ایک لاکھ عربوں کا شیطانی اکٹھ، لال نیلی روشنیوں میں رقص و موسیقی کا جشن منا رہا تھا۔ سنوار زندگی کے آخری منظر میں شدید زخمی، خونچکاں حالت میں دشمن ڈرون کی طرف چھڑی پھینکتا نظر آتا ہے۔ ہر آن ہر سانس دشمن پر حملہ آور! الق مافی یمینک...... پھینک دے جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے۔ دایاں ہاتھ تو جعفر طیارؓ کی سنت پر پہلے جنت کے دروازے کھٹکھٹانے پہنچ چکا۔ بائیں ہاتھ کی ماری چھڑی امر ہو گئی۔ آیئے دیکھیں! ایک سنوار گیا دوسرا روپ ملبے میں چھپا دبا ننھا سا بچہ دیکھئے۔۔۔ سنوار ابن سنوار ابن سنوار! چھوٹی سی ایک دائرہ نما کھڑکی ہے گھر کے ملبے میں، جو اسرائیلی ابھی مار کر گئے ہیں بموں سے۔ اس سے گول مٹول سا بچہ، روشن، سیاہ آنکھوں میں امید اور حیرت لیے بار بار جھانکتا ہے۔ ننھا سا چوم لیے جانے والا ہاتھ بار بار باہر نکالتا دنیا کو متوجہ کرتا ہے۔ اس کے پاس چھڑی ہے! جو اس کی کل متاع ہے۔ سبز چھڑی عین اس کے سائز اور کردار کی آئینہ دار۔ سنوار چلا گیا؟ اب چھڑی میرے ہاتھ میں ہے! نئے یحییٰ سنوار آتے چلے جائیں گے! بچے کی اپنے حال کی شدت سے بے خبری! سراپا امید، امت کی متلاشی آنکھیں جو اپنے دو اب ماموں، چچا کی منتظر حیران و ترساں ہیں۔ یہ منظر امید بھی ہے مگر دل درد سے بھینچ ڈالنے والا!

سنوار کی آخری جھلک میں گن/ اسلحہ گرینیڈ بردار جیکٹ موجود ہے۔ سنتِ نبوی ﷺ۔ وقتِ وصالِ نبوی ﷺ آپ ﷺ کا اثاثہ تلواریں ہی تو تھیں! یحییٰ سنوار گرد و غبار میں اَٹے ہوئے تھے۔ نبی الملاحم ﷺ کی اس خوش خبری کو پانے کے لیے کہ جن قدموں پر راہِ جہاد کی دھول مٹی پڑ جائے اسے جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی! اور پھر یہ گرد و غبار ایک اور منظر کا عکاس بھی تو ہے۔ غزوۂ تبوک، (شدید گرمی، سواریوں، پانی، غذا کی قلت، اخراجات کی کمی سے دوچار لشکر) روم کے خلاف جنگ میں آپ سرخرو ہو کر لوٹے۔ لیکن طویل سفر، مشکل حالات سے نبرد آزمائی مبارک سراپے پر چھائی ہوئی تھی۔ سیدہ فاطمہ ؓ سے ملنے اسی حال میں پہنچے۔ سیدہ رو دیں۔ آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگیں: میں آپ ﷺ کی مشقت، تکلیف، گرد و غبار سے اَٹے کپڑے، نقاہت کے آثار، آپ ﷺ کی عمر (62 سال) اور کمزوری دیکھ کر رو رہی ہوں۔ آپؐ کو کب آرام ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'نہ رو اے فاطمہ ؓ! اس زمین پر ایک ایسا دن آنے والا ہے، جب اس زمین پر کوئی کچا پکا گھر، ایسا نہ رہے گا جہاں تک تیرے باپ کا دین پہنچ کر نہ رہے۔ جو کوئی عزت سے قبول کرے گا، اسلام اسے عزت دے گا۔ جو میرے دین سے ٹکرائے گا، اللہ اسے ذلت کی گہرائیوں میں ڈال دے گا۔'

اللہ نے اسلام کا پیغام پھیلا دینے کا کام خود کافر سے لیا! ابراہیم علیہ السلام یکا و تنہا پوری آبادی کے فرد فرد تک مکمل دعوتِ توحید کیسے پہنچاتے۔ یہ کام بہ نفسِ خبیث نمرود نے خود کیا۔ آگ پر پوری قوم موجود۔ توحید اور شرک آمنے سامنے۔ قوم نے اپنی آنکھوں سے ہولناک بھڑکتے شعلوں میں برداً وسلاماً۔ ٹھنڈک اور سلامتی بنتی آگ میں

ابراہیم حنیف علیہ السلام کو دیکھا۔ حجت پوری قوم پر تمام ہوگئی۔ یہی اہتمام اللہ نے فرعون کے ذمے لگایا۔ پہلے فرعون نے اللہ کے نبی کو اپنی گود میں، تمام تر راحتوں میں پال پوس کر جوان کیا۔ موسیٰ مدین سے واپسی پر رسالت لے کر لوٹے تو دربارِ فرعون میں دعوتِ اسلام دی۔ معجزات پیش کیے۔ فرعون آگ بگولا۔ مگر پوری قوم کو آگاہ کرنے کے لیے سارا اہتمام، انتظام سرکاری سطح پر جشن کے دن کیا تاکہ حاضری خوب ہو! دعوتِ توحید بمقابلہ کفر (سورۃ طٰہٰ پڑھ لیجیے) سب تک پہنچ گئی۔ فرعون کے گھر اور دربار تک میں مسلمان پیدا ہو گئے۔ (آلِ فرعون کا مؤمن!) مشاطہ اور بیوی! اسامہ بن لادن کو دنیا میں کون اس طرح متعارف کرواسکتا تھا۔ ملا عمرؒ کو کون جانتا تھا۔ یہ سب الیکٹرانک میڈیا، مواصلاتی ترقی کے تمام آلات اخبار وجرائد، ٹیلی وژن، میڈیا ہر رنگ میں خدمت کو حاضر ہوا۔ چار دانگ عالم میں...... کو بکو پھیل گئی خوشبو! اور اب غزہ! اللہ نے انتخاب اس قوم کا کیا جو اس کی اہل تھی۔ اسرائیل نے فرعونی مظالم کی بھٹی میں انھیں تپایا۔ قیادتیں اللہ نے وہ عطا کیں جنھوں نے رگ وریشے میں قرآن کا نور، انبیاء کی سرزمین کی وراثت کا فخر اور اس کی قدر وقیمت ڈال دی جس کے لیے ہر قربانی روا تھی! ہر قیادت شیخ احمد یٰسینؒ، عز الدین القسام تا اسماعیل ہانیہؒ ویحیٰی سنوارؒ ومحمد ضیفؒ نے غزوات کا فہم، اسوۂ صحابہؓ، شہادت کے لیے مر مٹنے والا حوصلہ اپنی نسلوں میں اتار دیا۔ دنیاوی صلاحیت (سرنگوں کا عظیم شعبدہ، اسرائیل سر پٹختا رہ گیا)۔ سو فی صد شرح خواندگی (دنیاوی) حفظِ قرآن کا شغف ہر گھر ہر فرد میں اتار دیا۔ صلاحیت وصالحیت کے پیکر۔

سال بھر میں اہل غزہ نے اپنا سب کچھ لٹا کر نہ کسی نے اپنی قیادت سے بغاوت کی، نہ دشمن کے ہاتھ بکے یا جھکے! نہ کہا کہ سنوار، ہانیہ، ضیف نے ہمیں مروا دیا! دنیا بھر کی ترغیب وترہیب کام نہ آئی۔ وہ انبیاء کی زمین فلسطین کی میراث کا ایک چپہ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے! پورا شرق تا غرب، مغرب تا جاپان کفار دینِ اسلام کی حقیقت پا گئے! مغربی حکومتیں اپنے عوام کی نفرت کا نشانہ بنیں۔ اعلیٰ ترین ذہین وفطین طلبہ دنیا بھر میں غزہ کی محبت میں دیوانے ہو گئے!

ڈبو کر انگلیاں خوں میں وفا کا باب لکھوں گا
میں لفظوں کی دہکتی ضوفشانی چھوڑ جاؤں گا
اور یہ بھی کہ...... میں بچوں کے قبیلے میں جوانی چھوڑ جاؤں گا!

وہ گول مٹول چھری والا منا تصدیق کر رہا ہے!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(19 تا 30 اکتوبر 2024ء)

ہفتہ 19 اکتوبر: صبح حلقہ سرگودھا کے دعوتی دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ سرگودھا میں ایک رفیق تنظیم کے زیر انتظام چلنے والے النور اسکول میں ''تربیت اولاد'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ جامعہ مفتاح العلوم میں مفتی طاہر مسعود صاحب اور جامعہ کے اساتذہ کرام سے ملاقات کی۔ اساتذہ کرام کو تنظیم اسلامی کے بارے میں سوالات کے جوابات دیئے۔ شام میں جوہر آباد میں ''موجودہ مسائل، ان کے حل اور لائحہ عمل'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

اتوار 20 اکتوبر: صبح میانوالی روانگی ہوئی، علماء کرام سے ملاقات کی۔ علماء کرام کو تنظیم اسلامی کی دعوت دی اور سوال وجواب کا اہتمام ہوا۔ اس کے بعد ''پاکستان کے استحکام کا لائحہ عمل'' کے موضوع پر عوامی خطاب کیا۔ دوپہر کو حلقہ خیبر پختونخوا کے دعوتی دورہ کے لیے ڈیرہ اسماعیل خان کے لیے روانگی ہوئی۔ بعد نمازِ مغرب ایک مسجد میں ''ختم نبوت کے عملی تقاضے'' کے عنوان پر خطاب کیا۔

پیر 21 اکتوبر: صبح لکی مروت کے لیے روانگی ہوئی۔ لکی مروت یونیورسٹی میں ''علم کی اہمیت اور قرآن حکیم'' کے موضوع پر خطاب کیا، نیز طلبہ کے سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد ازاں اسلام آباد ایئرپورٹ سے کراچی واپسی ہوئی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور تنظیمی امور انجام دیئے۔ قرآنی نصاب کے حوالے سے ذمہ داریاں انجام دیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگ کرائیں۔

جمعرات 24 اکتوبر: مرکزی عاملہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعہ 25 اکتوبر: تقریر اور خطبہ جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس، کراچی میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔

ہفتہ 26 اکتوبر: صبح حلقہ بلوچستان کے تنظیمی ودعوتی دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ حلقہ کے ذمہ داران سے گیارہ بجے تا نماز ظہر ملاقات رہی۔ باہمی تعارف اور سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ کچھ باتوں کی یاد دہانی کا اہتمام ہوا۔ نماز عصر کے بعد جماعت اسلامی کے صوبائی امیر اور MPA مولانا ہدایت الرحمان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ صوبہ بلوچستان کے حالات، عوام کی حق تلفی، ریاستی جبر اور دیگر امور پر گفتگو ہوئی۔ بعد نماز مغرب دینی ادارہ ''معہد الندوۃ'' کے مہتمم مولانا محب اللہ صاحب کے دیرینہ اصرار پر جانا ہوا۔ موصوف بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بڑے معتقد تھے اور تنظیم اسلامی سے محبت رکھتے ہیں۔ مولانا محب اللہ صاحب نے ادارہ کی سرگرمیوں کا تعارف کرایا۔ اساتذہ اور طلبہ سے علیحدہ نشست رہی۔ اساتذہ کے تنظیم اسلامی سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے۔

اتوار 27 اکتوبر: صبح دس بجے سے نماز ظہر تک حلقہ بلوچستان کے تمام رفقاء کا اجتماع ہوا۔ حلقہ اور رفقاء کا تعارف اور سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ سالانہ اجتماع میں شرکت کی تاکید کی۔ بیعت مسنونہ کا بھی اہتمام ہوا۔ نماز عصر سے قبل اور بعد رفقائے تنظیم کے بچوں، نوجوان طلبہ اور دیگر احباب کے ساتھ ایک نشست ہوئی جس میں تنظیم، امیر تنظیم اور حالات حاضرہ کے حوالہ سے سوال وجواب کی نشست کا اہتمام ہوا۔ بعد نماز مغرب ''مسجد الہدیٰ'' (جہاں بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی ماضی میں خطاب فرما چکے ہیں) میں ''قرآن حکیم اور ہم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

پیر 28 اکتوبر: صبح کوئٹہ سے کراچی واپسی ہوئی۔

بدھ 30 اکتوبر: متفقہ قرآنی نصاب کے حوالہ سے دی علم فاؤنڈیشن کے ذمہ داران کے ہمراہ مفتی تقی عثمانی صاحب سے دار العلوم کورنگی، کراچی میں ایک اہم ملاقات ہوئی۔ تنظیم کے سالانہ اجتماع کے حوالہ سے رفقائے تنظیم کے لیے ایک ویڈیو پیغام ریکارڈ کرایا۔ محترم سید نسیم الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ رات کو کراچی سے لاہور آمد ہوئی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور جملہ تنظیمی امور انجام دیے۔ متفقہ قرآنی نصاب کے حوالے سے سرگرمیاں جاری رہیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز کرائیں۔

اخبارِ اسلام

غزہ، اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- 25 تا 28 اکتوبر 2024ء کے دوران تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ملک بھر میں مسجد اقصیٰ کی حرمت، فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی اور ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کی مذمت میں پُر امن مظاہروں اور ریلیوں کا انعقاد کیا گیا۔
- اسرائیل کے تازہ حملے: غزہ میں 143 اور لبنان میں 77 شہید۔
- مجاہدین نے الخیام کے قریب الیعقوبہ کے علاقے میں اسرائیلی فوجیوں کے ایک گروپ کو راکٹ حملے سے نشانہ بنایا ہے۔ واضح رہے کہ صرف اکتوبر کے مہینے میں لبنان اور غزہ میں 62 صہیونی فوجی جہنم واصل ہوئے۔
- غزہ میں زیتون اسکول پر قابض صہیونی فورسز کی بمباری، 21 افراد شہید اور درجنوں زخمی۔
- قابض صہیونی فورسز کی جانب سے فلسطینی بچوں کا قتل عام جاری ہے۔ النصیرات میں ایک اسکول جو بے گھر مہاجرین کو پناہ دے رہا تھا کو قابض فورسز کی وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا گیا، جس میں 16 معصوم بچے شہید ہو گئے۔
- اسرائیل نے مذاکرات کے حوالے سے جو شرائط پیش کی ہیں، ان میں واضح طور پر نہ تو جنگ بندی شامل ہے اور نہ ہی غزہ سے فوجیوں کا انخلا۔ تاہم، ثالثوں نے حماس کو ایک ماہ کی جنگ بندی کے بدلے کم از کم 8 مغویوں کی رہائی کی تجویز دی ہے۔ اس معاہدے میں قطر اور امریکہ نے مستقبل میں ممکنہ فوجی انخلا کو ایک بڑی ڈیل کا حصہ بنانے کا بھی اشارہ دیا ہے۔
- اسرائیلی انجینیئرنگ کور کے سپاہی روتم باٹن نے غزہ میں جارحیت کے دوران اپنے D9 بلڈوزر کے ذریعے فلسطینی علاقوں اور مقدس مقامات کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی، جس کا مقصد فلسطینیوں کے گھروں اور تاریخ کو مٹانا تھا مگر القسام کے مجاہدین نے اس کے ارادوں کو ناکام بنا دیا۔
- حماس کے سیاسی بیورو کے رکن ڈاکٹر باسم نعیم کا کہنا ہے کہ صہیونی فوج کی جانب سے شمالی غزہ کی پٹی میں گزشتہ تین ہفتوں کے دوران مغربی ممالک بالخصوص امریکی انتظامیہ کی ملی بھگت کے ساتھ جن جرائم کا ارتکاب کیا گیا ہے، اُن کا بدلہ ہر حال میں لیا جائے گا۔ گزشتہ چند دنوں کے دوران خاص طور پر میڈیکل اور سول ڈیفنس کی ٹیموں پر حملے، کچھ کی گرفتاری اور دیگر کا قتل، اور کمال عدوان ہسپتال کی تباہی، بین الاقوامی قانون کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اسرائیل کھلم کھلا جنگی جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ فلسطینیوں کی نسل کشی اور انسانیت کے خلاف جرائم میں اُسے امریکہ سمیت اکثر مغربی ممالک کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ غزہ کے عوام اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 2735 کے تحت اس جارحیت کو روکنے، قابض افواج کے انخلاء، محاصرہ ختم کرنے اور فلسطینیوں کے جائز حقوق کے حصول کے لیے فوری عملی اقدامات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ آزاد فلسطین کا دارالحکومت یروشلم ہوگا۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **لبنان**

نعیم قاسم حزب اللہ کے نئے سربراہ: لبنانی مزاحمتی تنظیم حزب اللہ نے حسن نصر اللہ کے جاں بحق ہونے کے ایک ماہ بعد قائم مقام سربراہ نعیم قاسم کو باقاعدہ سربراہ منتخب کر لیا ہے۔ نعیم قاسم طویل عرصے تک حسن نصر اللہ کے نائب رہے ہیں اور حزب اللہ شوریٰ کمیٹی کے مسلسل 3 مرتبہ رکن رہ چکے ہیں۔

- **افغانستان**

جانداروں کی تصاویر پر پابندی: افغانستان کی وزارت اخلاق نے جانداروں کی تصاویر لینے اور شائع کرنے پر پابندی لگا دی ہے۔ سیکولر، لبرل صحافیوں نے خلاف ورزی کی صورت میں کریک ڈاؤن کے امکان پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

- **سعودی عرب**

تاؤ میزائل خریدنے میں کامیاب: امریکی وزارت دفاع پینٹا گان نے سعودی عرب کو تاؤ میزائل فروخت کرنے کی ممکنہ ڈیل کی منظوری دے دی ہے۔ امریکہ کا خیال ہے کہ مجوزہ پیکج حال اور مستقبل میں خطرات کا مقابلہ کرنے کے حوالے سے سعودی عرب کی صلاحیت مضبوط بنائے گا۔

- **بنگلہ دیش**

حسینہ واجد کی چھاتر لیگ پر پابندی: بنگلہ دیشی حکومت نے حسینہ واجد کی جماعت کے طلبہ ونگ چھاتر لیگ کو دہشت گرد تنظیم قرار دے کر اس پر پابندی لگا دی ہے۔ چھاتر لیگ کے لوگوں پر یونیورسٹی کیمپس میں طلبہ مظاہرین پر حملے کرنے کا الزام بھی ہے۔

- **بھارت**

مسلمانوں کے گھروں، دکانوں، مسجدوں پر بموں سے حملے: ریاست اتر پردیش کے علاقے مہاراج گنج میں ہندو انتہا پسند ہجوم نے مسلمانوں کے گھروں، عبادت گاہوں اور دکانوں پر دھاوا بول دیا۔ ہجوم نے مسلم گھروں پر پٹرول بم پھینکے، گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کو آگ لگائی اور پیسے چوری کیے، لوگوں نے کھیتوں میں چھپ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی مگر شدت پسندوں نے کھیتوں میں بھی عورتوں اور بچوں کا پیچھا کیا۔ ہندو شدت پسندوں نے درجنوں گھروں کو جلا کر مکمل طور پر خاکستر کر دیا۔

- **ایران**

ہاشم صفی کے جاں بحق ہونے کی تصدیق: حزب اللہ نے ہاشم صفی الدین کے جاں بحق ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔ اسرائیلی فوج نے حزب اللہ کے قائم مقام سربراہ ہاشم صفی الدین کی بھی ٹارگٹ کلنگ کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں تین ہفتے پہلے بیروت پر حملے میں نشانہ بنایا گیا تھا۔

- **برطانیہ**

مانچسٹر کی مسجد بلال کو مشکوک خط موصول: مانچسٹر کے علاقے پرسیٹوچ میں واقع مسجد بلال کو مشکوک خط موصول ہوا ہے۔ احتیاطی تدابیر کے طور پر مسجد کو بند کر دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے قبل برطانیہ میں مسجد جلانے کی دھمکی آمیز پوسٹ پر 43 سالہ شخص کو مذہبی منافرت پھیلانے کی دفعات کے تحت 2 سال قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

- **ناجائز صہیونی ریاست (اسرائیل)**

ممکنہ حملوں کے پیش نظر اسرائیلی کابینہ کا زیر زمین اجلاس: کابینہ کا اجلاس سیکیورٹی خدشات کے پیش نظر متبادل مقام پر منتقل کر دیا گیا، آئندہ حکومتی اجلاس وزیر اعظم کے دفتر، یروشلم یا تل ابیب یا ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں منعقد نہیں ہوں گے بلکہ محفوظ زیر زمین مقام پر ہوں گے، جہاں صرف وزراء کو شرکت کی اجازت ہوگی اور مشیروں کو شرکت سے روکا گیا ہے۔

Flood battle, I was not the leader of a group or movement, but the voice of every Palestinian dreaming of liberation. I was driven by my belief that resistance is not just an option but a duty. I wanted this battle to be a new chapter in the book of the Palestinian struggle, where the factions unite and everyone stands in the same trench against an enemy that never distinguishes between a child and an elder or between stone and a tree. The Al-Aqsa Flood was a battle of spirits, before it was a battle of bodies and of will, before it was a battle of weapons. What I leave behind is not a personal legacy, but a collective one for every Palestinian who dreamed of freedom, for every mother who carried her son as a martyr on her shoulder, for every father who wept bitterly for his daughter who was killed by a treacherous bullet. My final will is that you always remember that resistance is not in vain, nor is it just a bullet fired but a life lived with honor and dignity. Prison and siege have taught me that the battle is long and the road is hard, but I also learned that people who refuse to surrender create miracles with their own hands. Do not expect the world to be fair to you, for I have lived and witnessed how the world remains silent in the face of our pain. Do not wait for fairness, but be the fairness. Carry the dream of Palestine in your heart and make every wound a weapon and every tear a source of hope. This is my will. Do not lay down your weapons. Do not throw away stones. Do not forget your martyrs, and do not compromise on a dream that is rightfully yours. We are here to stay in our land, in our hearts, and in the future of our children. I entrust you with Palestine, the land I loved until death and the dream I carried on my shoulders like a mountain that never bends. If I fall, do not fall with me, but carry the banner that never falls and make my blood a bridge for a generation that rises from our ashes stronger. Do not forget that the homeland is not just a story to be told, but a reality to be lived. And with every martyr born from this land, 1000 more resistance fighters are born. If the flood returns, and I am not among you, know that I was the first drop in the waves of freedom, and I lived to see you continue the journey. Be a thorn in their throat, a flood that knows no retreat and do not rest until the world acknowledges that we are the rightful owners and that we are not just numbers in the news."

__Courtesy:__ ***https://crescent.icit-digital.org/articles/yahya-sinwar-s-wasieh-last-will***

إنا لله وإنا إليه راجعون — دعائے مغفرت

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے سینئر کارکن سلیم بیگ صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔ برائے تعزیت (بیٹا):0332-4220481

☆ حلقہ کراچی وسطی، شاہ فیصل کے رفیق محترم محمد شعیب صدیقی کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت:0333-2392278

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

غلبۂ اقامت دین کی جدوجہد کا نقیب خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور — اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد

شمارہ نومبر 2024ء — جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ

مشمولات

☆ عرضِ احوال: جنگ کے سائے میں — تنظیم اسلامی کا مسلسل دوسرا سالانہ اجتماع — خورشید انجم

☆ بیان القرآن: سُورۃُ البیّنۃ تا سُورۃُ التکاثر — ڈاکٹر اسرار احمد

☆ تذکیر بالقرآن: رفقائے تنظیم کے لیے امیر تنظیم کا الوداعی تحفہ — ڈاکٹر اسرار احمد

☆ دعوت و عزیمت: حزب اللہ کی تشکیل کیسے ہو؟ — حافظ عاکف سعید

☆ ذکرِ حبیبﷺ: سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ بزبانِ ربّ العالمین — ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

☆ اقبالیات: مقامِ قرآن: علامہ اقبال کی نظر میں — پروفیسر محمد منور مرزا

☆ بین المذاہب: مسجد اقصیٰ سے متعلق ایک اہم حدیث — ابوکلیم مقصود الحسن فیضی

☆ تذکیر و موعظت: زندگی کی قدر و قیمت اور وقت کی تنظیم — مولانا عبدالمتین

☆ حسنِ معاشرت: میاں بیوی — سعد عبداللہ

☆ حقوق و فرائض: اسلام میں حقوق العباد: ایک مختصر جائزہ — ممتاز ہاشمی

☆ منہجِ انقلابِ نبویؐ: فرضیت خلافت اور اس کے قیام کا نبویؐ طریقہ کار — مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ

☆ فرائضِ دینی: مسئلہ خلافت کی فرضیت — مفتی عبدالرحمٰن حق

☆ رفتارِ کار: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پہلا دورۂ امریکہ اور اسلامک سنٹر آف بالٹی مور — ڈاکٹر سید ساجد حسین

دو ماہ کی اشاعت پر مشتمل خصوصی شمارہ ☆ صفحات:150 ☆ قیمت 100 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور — K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور فون (042)35869501-3
maktaba@tanzeem.org 0301-1115348

Yahya Sinwar's Wasieh (last will)

(Translated by Palestinian activist and content creator Pali Nada)

Yahya Sinwar's will is an inspiring call to courage in the face of genocide and overwhelming odds. It expresses his dedication to Palestine as a leader who fought for the liberation of Palestinians until his last breath. Sinwar's message to the Palestinians: Carry the dream of Palestine in your heart: make every wound a weapon and do not compromise on what is rightfully yours.

"I am Yahya, the son of a refugee who turned exile into a temporary homeland and transformed a dream into an eternal battle. As I write these words, I recall every moment of my life—from my childhood in the alleys to the long years in prison, to every drop of blood spilled on this land. I was born in the Khan Yunis refugee camp in 1962, at a time when Palestine was a torn memory and a forgotten map on politicians' tables. I am a man whose life was woven between fire and ashes. I realized early on that life under occupation is nothing but a permanent prison. From my earliest days, I knew that life here is not ordinary and that whoever is born here must carry an unbreakable will, knowing that the road to freedom is long. My will to you starts from that child who threw the first stone at the occupier, who knew that stones are the first words we speak in the face of a world that remains silent to our wounds. I learned in Gaza's streets that a person is not measured by the years of their life, but by what they give to their homeland. So, my life was prisons, battles, pain, and hope. I entered prison for the first time in 1988 and was sentenced to life, but I never knew fear. In those dark cells, I saw in every wall a window to a distant horizon, and in every bar, a light illuminating the path to freedom. In prison, I learned that patience is not just a virtue, but a weapon—a bitter weapon, like drinking the sea, drop by drop. My will to you: do not fear prison, for it is part of our long journey to freedom. Freedom is not just a stolen right, but a concept born from pain and shaped by patience. When I was released in the Wafa al-Ahrar prisoner exchange deal in 2011, I did not emerge the same. I emerged stronger, with a greater belief that our struggle is not a passing phase but our destiny, one we carry until the last drop of our blood, my will is for you to remain steadfast, clinging to your dignity and to the dream that never dies. The enemy wants us to abandon resistance, to turn our cause into endless negotiations, but I say to you, do not negotiate over what is rightfully yours. They fear your steadfastness more than your weapons. Resistance is not just a weapon we carry, but it is our love for Palestine in every breath we take. It is our will to remain firm despite the siege and aggression. My will is for you to remain loyal to the blood of the martyrs. They paved the road to freedom with their blood, so do not waste those sacrifices in political calculations or diplomatic games. We are here to continue what the first generation began, and we will not stray from this path, no matter the cost. Gaza was and will remain the capital of steadfastness, the heart of Palestine that does not stop beating, even if the world closes in around us. When I took over the leadership of Hamas and Gaza in 2017 it was not just a transfer of power, but a continuation of the resistance that began with stones and continued with the rifles, Every day, I felt the pain of my people under the siege, and I knew that every step we take toward freedom comes at a price, but I tell you, the cost of surrender is much greater. So, hold on to the land as firmly as roots cling to the soil, for no wind can uproot a people who have chosen to live. In the Al-Aqsa

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21)

تنظیم اسلامی

کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

15 16 17 نومبر 2024ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) آغازِ اجتماع: نمازِ عصر (3:45)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

((وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ))

[رواہ مالک واحمد والطبرانی والحاکم]

معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:
''میری محبّت لازم ہوگئی اُن کے لیے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبّت کرتے ہیں اور مل کر بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کو جاتے ہیں اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔''

لہٰذا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے
بیعت سمع وطاعت کے مسنون معاہدہ میں منسلک رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے۔

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 78-35473375(042)

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.43

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore